بشیر پاشا سیریز، زندہ قومین اپنے مشاہیر اور رہبرون کی یاد ہمیشہ تازہ رکھتی ہین، ہندوستانی مسلمانون کا بھی فرض ہے اپنے محسنون کے حالات کو عام طور پر اپنے علم و ادب کا جزو بنا دین، تاکہ جسطرح یہ لوگ اپنی زندگی مین ہمارے اخلاق و فضائل کی تعمیر مین کوشان تھے، اسی طرح ان کے نیک آثار انکے واصل بحق ہوجانے کے بعد بھی، ہمارے قومی اخلاق کو راسخ بنانے مین کام آئین، قوم کو انکی نہ صرف مبسوط سوانحعمریون کی ضرورت ہے بلکہ چھوٹے چھوٹے رسالے ان مبسوط سوانحعمریوں سے زیادہ کارآمد ہونگے، اسی مقصد کو پیش رکھتے ہوئے، جناب مولوی محمد الطاف حسین صاحب بی اے علیگ (ہڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول اٹاوہ) نے اپنے محبوب ترین شاگرد بشیر پاشا خلف مولوی بشیر الدین صاحب اڈیٹر البشیر کی یادگار مین ہندوستان کے مشاہیر کی مختصر سوانحعمریان شائع کی ہین، جنکا اجمالی نام بشیر پاشا سیریز ہے، اب تک اس سلسلہ کی حسب ذیل کتابین شائع ہوچکی ہین،

تذکرۂ سر سید	مرتبہ	جناب نورالرحمن صاحب بی اے
تذکرۂ مولانا شبلی	"	" مولوی محمد مہدی صاحب بھوپال
تذکرۂ حافظ نذیر احمد	"	" "
تذکرۂ محسن الملک	"	" منشی محمد امین صاحب زبیری
تذکرۂ سید محمود	"	" "
تذکرۂ سمیع اللہ خان	"	" سید عبدالکریم بی اے ال ال بی

یہ تمام کتابین اسلامیہ اسکول اٹاوہ پر وقف ہین، افسوس کہ ان کی قیمت نہین معلوم غالباً ہڈ ماسٹر صاحب اسلامیہ اسکول اٹاوہ سے مل سکین گی،

مجلد ہفدہم	ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۶ء	عدد چہارم

مضامین

شذرات

مدت کی سوئی ہوئی قسمت اب جاگی ہے، حج وزیارت کے حصول کی آرزو کئی سال سے تھی، امسال اس کا سامان میسر آیا ہے، اوائل مئی مین انشاء اللہ اس ارادہ سے روانگی ہوگی، موتمر اسلامی مین بھی شرکت ہوگی، دعا کیجئے کہ اس دست بینواے اسلام کی کوئی خدمت بن آئے، محرم مین واپسی کی اُمید ہے، اس اثنا مین معارف مین کوئی قصور نظر آئے تو چشم پوشی کی التجا ہے،

فروری کے شذرات مین مرہٹی انسائیکلو پیڈیا کی ایک عبارت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، جس مین آنحضرت صلعم کی شان مین گستاخانہ کلمات تھے، اکولہ (برار) کے ایک مسلمان مطلع کرتے ہین کہ انسائیکلو پیڈیا مذکور کے چند مرہٹی ارکان سے گفتگو آئی تو انھون نے انسائیکلو پیڈیا مین اس عبارت کے وجود سے انکار کیا اور تلاش کے باوجود انکو یہ عبارت نہین ملی اسلیے عرض ہے کہ یہ عبارت اس عظیم الشان کتاب کی چوتھی جلد کے صفحہ ۳۰۳ (تین سو تین) مین درج ہے، امید ہے کہ اب تلاش و جستجو مین ناکامی نہ ہوگی،

اگر مرہٹی انسائیکلو پیڈیا کے ارکان برار کو اس قسم کی غلطیون کا احساس ہے اور وہ ان کی اصلاح کرنا چاہتے ہین، تو ہم اونھین بتانا چاہتے ہین کہ اسی جلد چہارم کے صفحہ ۳۰۲ (تین سو دو) پر یہ جاہلانہ عبارت بھی ان کو ملیگی،

"... طلاق کا اصولی بیان قرآن مین کہین نہین ... متعدد بیویان کرنے کے لیے اور اسی طرح خاطر خواہ رنڈی بازی کرنے کی محمدؐ نے اجازت دی ہے":

اس قبیل کی بیسیون باتین اس مین جا بجا ملتی ہین، اگر یہ چیزین کسی مناظرانہ کتاب مین لکھی جاتین تو رنج و افسوس کی بات نہ تھی، لیکن ایک علمی کتاب مین یہ غلط گوئی، یہ تحریف، اور یہ جہالت نہایت افسوس کے قابل ہے، ہم کو اُمید ہے کہ مرہٹی جاننے والے مسلمان، یا اس انسائیکلو پیڈیا کے اگر کچھ مسلمان ارکان بھی ہون تو وہ اس کے کارکن اصحاب کو ادھر متوجہ کرینگے، یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمان اہل قلم اور مصنفین نے ہندو اوتارون اور بزرگون کی نسبت کبھی ایسے ناشایستہ الفاظ نہین لکھے، حالانکہ اس کے لیے کافی مواد ان کے سامنے ہے،

احمد عثمان صاحب منہار بلڈنگس بمبئی سے مطلع کرتے ہین کہ انکی برادری مین ایک عجیب قسم کا رواج ہے، جسکو اسلام کی روح سے کسی قسم کا تعلق نہین، وہ لکھتے ہین کہ:۔

"ہماری برادری مین متمول یان وقت اور بیٹیل متمول ہین اور وہ اپنی لڑکیان برادری کے غریب اور کم حیثیت لڑکون کو نہین دیتے، بلکہ متمول اور مالدار کی جستجو مین لڑکیون کو بٹھائے رکھتے ہین، چنانچہ تیس تیس برس بلکہ اس سے زاید کی عمر کی لڑکیان کنواری انکے یہان موجود ہین، اور اکثر اسی حالت مین مرگئی ہین، جب اس جماعت کا غریب لڑکا جو اپنی برادری کی لڑکی کے لیے چار پانچ ہزار کا زیور نہین دیسکتا، اور اسکو اپنی قوم کی لڑکی نہین ملتی تو وہ مجبور ہوکر کسی دوسری مسلمان جماعت مین عقد شرعی کرتا ہے، اور اس سے اولاد ہوتی ہے تو یہ لوگ اوس اولاد کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین، اور اسکو برادری کے حقوق سے بھی محروم کر دیتے ہین، حتی کہ اونکی حیات و ممات مین قوم

کا بانگی (مؤذن) بھی نہین جا سکتا ہے،۔۔۔

اطراف بمبئی کی مسلمان جماعتون کو اس قسم کے برے رسم و رواج کے انسداد و اصلاح کی طرف فوراً توجہ کرنا چاہئیے، یہ لڑکیون کی جسمانی راحت کی تلاش مین ان کا۔۔۔انی مصیبت مین ڈالنا ہے، امارت و غربت آنی جانی چیزین ہین، اسلام کی نگاہ مین تمام کلمہ گو برابر ہین برادریون کی تفریق ذلت اور عزت کا معیار نہین ہے، اسلام مین چھوٹائی اور بڑائی کا معیار صرف ایک ہی اور وہ تقوی اور پرہیزگاری ہے، مسلمانون کو اپنے پیغمبر علیہ السلام کا وہ پیغام نہ بھولنا چاہئیے جو کعبہ کی دیوار کے نیچے فتح مکہ کے دن آپ نے سنایا کہ "لوگو! جاہلیت کا نسبی غرور اب ہمیشہ کے لیے توڑ دیا گیا، تم سب ایک آدم کے بیٹے ہو، اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے، تم مین کسی کو کسی پر فضیلت نہین لیکن تقوی سے"

دہلی اور لکھنؤ کا باہمی مقابلہ زبان سے بڑھکر ہر چیز مین پیدا ہو گیا، اور ایک مدت سے جاری ہے، اور ان مین سے ایک کو دوسرے پر متعدد حیثیتون سے ترجیح کا دعوی ہے، مگر ایک بات ایسی ہے کہ اُس کے لحاظ سے دہلی کو لکھنؤ کے مقابلہ مین ہار ماننی پڑے گی دہلی علم کا پرانا مرکز ہے، بیسیون عربی مدرسے وہان ہین، مگر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ وہان کوئی شخصی یا عمومی بڑا کتبخانہ نہین، جامعۂ ملیہ کے جانے سے اب ایک کتبخانہ کی صورت وہان نظر آئی ہے، حالانکہ وہ اپنی آبادی، روایات اور حالات کے لحاظ سے ایک اسلامی شہر ہے اور وہان ایک عمومی اسلامی کتبخانہ کی سخت ضرورت ہے، اسی خیال سے حضرت مولانا نذیر حسین میان صاحب کے نواسہ مولوی سید عبدالرؤف صاحب نے دہلی پھاٹک حبش خان مین مولانا مرحوم اور دیگر محدثین و علمائے کرام دہلی کی یادگار مین ایک اسلامی کتبخانہ کی بنیاد ڈالی ہے، اور وہ متوقع ہین، کہ ملک کے اہل علم اور خصوصاً دلی کے اہل فضل اور ارباب کرم ادھر توجہ کرینگے

دسمبر ۲۵ء کے شذرات مین ملیبار (ٹراونکور) کے ایک واحد اسلامی مدرسۂ محمدیہ کا نام لیکر اطلاع دی، لکھا تھا کہ ان اطراف کے باخبر احباب اسکے مزید حالات سے مطلع کرینگے، ہمارے دوست مولانا فضل اللہ صاحب مدراسی اس کے متعلق ارقام فرماتے ہین:-

علاقۂ ٹراونکور مین الفی نام ایک قدیم شہر ہے جو ملیبار کا انتہائی حصہ ہے، اس علاقہ کے مسلمان بڑے راسخ العقیدہ اور مضبوط مسلمان تھے، مگر یہین عیسائی مشنریون نے اپنی کامل توجہ مبذول کی ہے، اور زبردست کالج کھول دیا ہے، اور اس اثر سے ایک شریف خاندان کے نوجوان مسلمان عیسائی ہو کر انھین مین شادی کر لی، اس پر وہان کے بعض غیور مسلمانون اور خصوصاً ڈاکٹر محمد علی صاحب کو غیرت آئی، اور اس مدرسۂ محمدیہ کی بنا ڈالی، اب تک چار سال کے عرصہ مین علاوہ اپنی زمین دینے کے چالیس پچاس ہزار روپیہ اس پر خرچ کر چکے ہین، مدرسہ مین ۲۶۲ طلبہ ہین، ابتدا سے آخر تک تعلیم دیجاتی ہے، عربی علوم دینیہ کے علاوہ ملیباری، اردو اور انگریزی پڑھائی جاتی ہے، نصاب بھی اچھا ہے، ملیبار مین اب تک پرانی قسم کے مدرسے تھے، جنمین زیادہ زور فقہ شافعی پر تھا، جو ذرا ذرا سے جزئی فقہی مسئلون پر ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل مین مصروف ہین، اس مدرسہ کے قیام سے روشن خیال علماء کی جماعت عنقریب اس علاقہ مین نظر آئیگی، اس لیے سارے ہندوستان کے مسلمانون کو اس مدرسہ کی اعانت کی طرف توجہ کرنا چاہئیے،

مولانا فضل اللہ صاحب مدراس کے اچھے اور معتبر علماء مین ہین، امید ہے کہ ان کا بیان لوگون کی تسلی کا باعث ہوگا کیا مناسب نہ ہوگا کہ جمعیۃ خلافت و جمعیۃ العلماء ہو پانڈ سے اسکی امداد کرین،

مقالات

احکام القرآن،

مسلمانون نے اپنے صحیفۂ آسمانی کی جن جن حیثیتون سے خدمت کی، لفظی، معنوی، نحوی، ادبی، لغوی، فقہی، کلامی، اخلاقی، روحانی غرض مختلف پہلوؤن اور مختلف نقطہ ہاے نظر سے جو تصنیفات، کتابین اور رسالے انھون نے لکھے، انکی کثرت، ضخامت، اور تعداد اس قابل ہے کہ ان کو خود ایک مستقل کتب خانہ کا خطاب دیا جائے، الہلال اور البلاغ مرحوم کلکتہ کے متعدد نمبرون مین (۱۹۱۲ء و ۱۹۱۳ء) عمدہ مضامین شائع ہو چکے ہین، اور انکا عنوان علوم القرآن ہے، افسوس ہے کہ یہ سلسلہ ناتمام رہا، اور آج گویا اسی سلسلہ کا ایک اور نمبر ہدیۂ ناظرین ہے،

اسلام کی شریعت کی اصل اور اساس اسکا صحیفۂ الٰہی ہے، یہی ان کے دین اور دنیا کی ہر ضرورت کا مرجع اور مآب ہے، اور وہی ان کے ہر عقیدہ، ہر حکم مفروض، اور ہر نکتۂ اخلاق و تمدن کی بنیاد ہے، احادیث اور فقہ مین جو کچھ ہے وہ اسی کی آیتون کی تشریح و توضیح، بیان، تفصیل اور استنباط و اجتہاد ہے، کچھ اور نہین، ظاہر بین سمجھتے ہین کہ بعض احادیث صحیحہ مین قرآن کے مخالف یا قرآن کے ماورا احکام ہین، یہ فکر کا قصور، غور کی کمی اور بصیرت کا نقص ہے، اسی لئے ائمۂ اسلام اور علمائے اعلام نے ابتدا سے قرآن مجید کے ساتھ اس حیثیت سے اعتنا کی ہے، صحابۂ کرام مین حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت عائشہؓ اس باب مین خاص امتیاز رکھتے ہین، احادیث مین بکثرت ایسے واقعات مذکور ہین کہ صحابہؓ اور صحابیاتؓ نے قرآن پاک کی آیتون سے

ایسے باریک اور دقیق قانونی اور فقہی نکتے پیدا کئے، جہان تک عام اہل فہم کی رسائی ناممکن ہے،

شام و عراق کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ اور فوج کے سپاہیون مین جو زیادہ تر صحابۂ کرامؓ تھے، یہ بحث پیش آئی ہے کہ ممالک مفتوحہ کی یہ زمینین عہد نبویؐ کے مفتوحات کی طرح مجاہدین مین تقسیم کر دیجائین یا وہ سلطنت و خلافت کی ملک قرار پائین، اور ان کا حاصل بطور وظائف کے تمام مسلمانون کو ملے، عام مجاہدین کا مطالبہ تھا کہ عہد نبویؐ کی پیروی کیجائے، اور یہ زمینین صرف ان سپاہیون مین تقسیم کر دیجائین جو ان لڑائیون مین شریک تھے، حضرت عمرؓ کا دعوی تھا کہ ان زمینون پر صرف انھین سپاہیون کا حق نہین، جنھون نے ان ممالک کو فتح کرنے مین لڑائیان لڑین، بلکہ یہ خلافت و سلطنت کی ملکیت بنکر تمام موجودہ اور آیندہ نسلون کی ملکیت ہین، سپاہیون کے سامنے مدینہ اور خیبر وغیرہ کی نظیرین تھین، مگر یہ نکتہ اُن سے پوشیدہ رہا کہ چونکہ اس عہد مین مہاجرینؓ عموماً اور بعض انصارؓ بالکل تہیدست اور مفلس ہوگئے تھے، اس لیے اسلام کی پہلی دولت ان کی شخصی ملکیتون مین دیدی گئی، اور اب چونکہ خدا کے فضل سے مسلمان بے نیاز ہو چکے تھے، اسلئے اب اسکی حاجت نہ تھی، نیز حضرت عمرؓ یہ مصلحت پیش نظر رکھتے تھے کہ عراق و شام کے متمدن ممالک جنکے پیچھے مجوس و ترک اور رومیون کی سلطنتین ہین، جنکے مقابلہ اور مدافعت کے لیے ہمیشہ ایک مستقل فوج کی ضرورت پڑے گی، اور یہان اندرون سلطنت مین یتیمون، بیواؤن، اور مسکینون کی امداد کی حاجت ہوگی، اگر یہ صرف ان مجاہدین کی شخصی ملکیتین قرار دیدی جائین تو اب اتنی بڑی سلطنت کی بیرونی و اندرونی ضرورتین کیونکر پوری ہونگی، یہ مقدمہ اہل شوریٰ صحابہؓ کی عدالت مین پیش ہوتا ہے، اور وہان بھی کوئی متفقہ فیصلہ نہین ہوتا، آخر حضرت عمرؓ کا فہم قرآن کام کرتا ہے، اور وہ سب کے سامنے فرماتے ہین، صاحبو! اللہ تعالی نے ان فتوحات کا مصرف خود بتا دیا ہے،

مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلیٰ رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُریٰ   خدا نے اپنے رسول کو ان گاؤن والون پر

فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی	جو فتح دی تو وہ خدا، رسول، قرابت والون اور یتیمون،
وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ	مسکینون اور مسافر کا حصہ ہے، تاکہ یہ جائداد
کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ (حشر)	تم مین سے صرف دولتمندون کے ہاتھون

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کا حق بتایا، پھر انصارؓ کا حق جتایا اور پھر آخر مین فرمایا،

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ	اور ان مسلمانون کا حصہ ہے جو ان لوگون کے بعد آئے

آپنے فرمایا اگر یہ زمینین آج صرف ان لڑنے والے سپاہیون کو دیدی جائین تو بتاؤ آیندہ آنے والے مسلمانون کا حصہ کہان رہے گا؟ تمام صحابہ نے اس استدلال کو سنکر سرِ اطاعت خم کر دیا، قاضی ابو یوسف کتاب الخراج مین اس واقعہ کو نقل کرتے ہین لکھتے ہین کہ حضرت عمرؓ کا یہ استدلال صرف خدا کی توفیق سے تھا، حضرت عائشہؓ کے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ اسلام مین متعہ جائز ہے یا نہین، روایتین مختلف تھین، صحابہؓ مین حضرت ابن عباسؓ کو اس کے جواز پر اصرار تھا، قرآن پاک کی کوئی صریح آیت موجود نہ تھی، حضرت ام المومنینؓ نے لوگون سے کہا تمھارے درمیان قرآن کا فیصلہ ہے، خدا فرماتا ہے،

اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ	مسلمانون کی صرف دو قسم کی عورتین حلال ہین، ایک بیویان اور دوسری باندیان

بتاؤ یہ ممتوعہ عورتین ان دو صنفون مین سے کس مین داخل ہین؟ بیویان نہین ہین کہ ان کیلئے ترکہ اور وراثت نہین، اور باندیان تو ظاہر ہے کہ وہ نہین ہین، اور ان دو کے بعد کوئی تیسری قسم حلال نہین[1]، کتنا اچھا استدلال ہے، فاطمہ بنت قیسؓ ایک صحابیہ ہین، جو یہ روایت کرتی ہین کہ جن عورتون کو ان کے شوہر تین طلاقین دیدین، ان کے شوہرون پر پھر انکو نان نفقہ اور رہنے کا مکان دینا واجب نہین، انکی یہ روایت آنحضرت صلعم کے دوسرے فیصلون اور قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے،

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ	اے نبیؐ! جب تم لوگ (یعنی مسلمان) عورتون کو طلاق دو تو
وَاَحْصُوا الْعِدَّۃَ وَاتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمْ لَا تُخْرِجُوْھُنَّ	ان کو عدت کے وقت طلاق دو اور عدت کے دن گنو، اور اپنے

[1] مسند کبیر[illegible]

مِنْ بُیُوْتِھِنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ	پروردگار اللہ سے ڈرو، ان عورتون کو ان کے گھرون سے (جس مین وہ رہتی تھین) نہ نکالو، لیکن جب وہ کھلی بدکاری کرین،
وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ	
فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ (طلاق ع ۱)	خدا کی حدین ہین، اور جس نے خدا کی حدون سے تجاوز کیا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا،

لوگون نے جب فاطمہؓ کی اس روایت کے ماننے مین پس و پیش کیا تو انھون نے کہا اے لوگو! میرے تمھارے درمیان قرآن کا فیصلہ ہے، اس گھرون سے نہ نکالنے کی حکم والی آیت کے بعد ہی یہ حکم ہے جسمین گھرون سے علٰحدہ نہ کرنیکی مصلحت یہ بتائی گئی ہے،

لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا	تجھے معلوم نہین شاید خدا کوئی نئی بات پیدا کرے،

یہ کنایہ ہے میان بیوی کے دوبارہ میل ملاپ سے، تین طلاقون کے بعد میل ملاپ کی کوئی صورت نہین، اسلئے لامحالہ یہ حکم ان عورتون سے متعلق ہے جنکو ایک یا دو یعنی رجعی طلاقین دی گئی ہون، کہ ان کیلئے ایک جگہ رہنے سہنے مین دوبارہ میل کا امکان ہے، بتاؤ تین طلاقون کے بعد نئی بات کیا پیدا ہوگی، غور کیجئے کتنا لطیف استدلال ہے[1]

یہ صحابہ کرامؓ کے عہد کی چند مثالین ہین، اس سے اندازہ کیجئے کہ اگر نکتہ رس اور دقیقہ شناس طبیعتین اس طرز پر غور و فکر کرین تو اسلامی قانون کا کتنا حصہ کتاب پاک کی روشنی مین منور نظر آئے، چونکہ قرآن پاک مین فقہ کے ابواب و فصول نہین ہین، اور حدیث کی کتابین احکام کے ابواب پر مرتب ہین، اور ان سے زیادہ بہتر اور آسان ترتیب اور جزئیات کی توضیح کے ساتھ فقہ کی کتابون کی ہے، اس لئے آسان پسند اور سہولت طلب طبیعتین ہر معاملہ کے پیش آنیکے وقت سب سے اول فقہ و فتاویٰ کی کتابون کی طرف رجوع کرتی ہین اور ان کے بعد کتب حدیث کی طرف، اور سب سے آخر مین قرآن پاک کی طرف، حالانکہ حضرت معاذ بن جبلؓ والی حدیث کے مطابق اسکی ترتیب الٹی ہونی چاہیئے، پہلے قرآن، پھر حدیث، پھر فقہ و فتاویٰ، اس کم ہمتی کسلمندی اور سہولت پسندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف قرآن پاک کے مطالب مین غور و خوض کا مادہ روز بروز کم ہوتا جارہا ہے، اور دوسری طرف زمانہ کے جدید ضروریات اور نئے سوالات کی جواب دہی سے ہم عاجز ہوتے جارہے ہین،

اسلام کے عہد کمال مین ائمہ مجتہدینؒ اور علمائے اسلامؒ نے قرآن مجید کے فقہی اور قانونی پہلو پر غور و فکر

[1] ابو داود کتاب الطلاق،

سے پہلو تہی نہین کی، بلکہ پوری نکتہ سنجی کے ساتھ اس فرض کو ادا کیا ہے، تحریر دفن کی حیثیت سے سب سے پہلے امام شافعیؒ نے اس موضوع پر کتاب لکھی، اور اس کے بعد فقہ اسلامی کے چارون ارکان، مالکی، شافعی، حنفی اور حنبلی نے اس مبحث پر کتابین لکھین چنانچہ کشف الظنون کے حوالہ سے حسب ذیل تصانیف کا پتہ چلتا ہے

عدد	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مصنف کا سال وفات
۱	احکام القرآن	امام شافعیؒ	سنہ ۲۰۴ھ
۲	"	ابوالحسن علی بن حجر سعدی،	سنہ ۲۴۴ھ
۳	"	قاضی ابو اسحاق اسمٰعیل بن اسحاق ازدی بصری،	سنہ ۲۸۲ھ
۴	"	ابوالحسن علی بن موسی بن یزداد قمی حنفی،	سنہ ۳۰۵ھ
۵	"	امام ابوجعفر احمد طحاوی حنفی،	سنہ ۳۲۱ھ
۶	"	ابو محمد قاسم بن اصبغ قرطبی، مالکی،	سنہ ۳۴۰ھ
۷	"	ابوبکر جصاص رازی حنفی	سنہ ۳۷۰ھ
۸	"	ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ،	سنہ ۴۵۸ھ
۹	مختصر احکام القرآن	ابو محمد مکی بن ابی طالب قیسی،	سنہ ۴۳۷ھ
۱۰	احکام القرآن.	امام ابوالحسن کیا الہراسی شافعی بغدادی،	سنہ ۵۰۴ھ
۱۱	"	قاضی ابوبکر ابن العربی اندلسی، مالکی،	سنہ ۵۴۳ھ
۱۲	"	عبدالمنعم بن محمد بن فرس الغرناطی،	سنہ ۵۹۷ھ
۱۳	تلخیص احکام القرآن	جمال الدین احمد ابن السراج القونوی حنفی	سنہ ۷۷۰ھ

ہندوستان مین بھی اس فہرست مین ایک نیا اضافہ کیا گیا ہے، اور وہ مولانا احمد امیٹھوی کی جو ملا جیون کے نام سے مشہور ہین، اور جو اصول فقہ مین نور الانوار کے مصنف ہین تصنیف تفسیرات احمدیہ ہے جس مین ملا صاحب نے احکامی آیتون کی تفسیر کی ہے .

احکام القرآن کی کتابون کی اس طویل فہرست مین سے افسوس ہے کہ اب بہت سے نوادر ناپید ہو چکے ہین، یا گمنامی کے گوشون مین پڑے ہین، تاہم اس نعت اس سلسلہ کی تین کتابین چھپ چکی ہین، تفسیرات احمدیہ ہندوستان کے مطبعون مین چھپی ہے، اور مشہور ہے اس کے علاوہ قاضی ابوبکر ابن العربی اندلسی مالکی کی احکام القرآن مولای عبدالحفیظ سابق سلطان مراکش کے خرچ سے سنہ ۱۳۳۱ھ مین مصر سے دو جلدون مین چھپکر شائع ہوئی ہے، اور اس کے بعد سلطان عبدالحمید خان سابق سلطان ترکی کے عہد حکومت مین سنہ ۱۳۳۵ھ مین ابوبکر جصاص رازی حنفی کی احکام القرآن تین جلدون مین قسطنطنیہ سے شائع ہوئی ہے،

ان دونون کتابون کے مطالعہ سے یہ امر بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ کتب فقہ مین جو احکام مذکور ہین، ان کا ماخذ قرآن مجید کی کون کون آیتین ہین، اور ائمہ مجتہدین نے ان سے کس کس طرح استخراج کیا ہے خصوصاً ابوبکر جصاص رازی حنفی المتوفی سنہ ۳۷۰ھ کی تصنیف ترتیب قدامت کے لحاظ سے بلکہ دوسری حیثیتون سے بھی نہایت عجیب چیز ہے، اور فقہ حنفی کیلئے طحاوی کے بعد یہ دوسری نعمت ہے جو عالم وجود مین آئی ہے، یہ وہی ابوبکر رازی ہین، اور یہی انکی تصنیف ہے، جسکا ذکر امام رازی اپنی تفسیر مین بار بار کرتے ہین، اور شافعی المذہب ہونے کے باعث ان کے حنفی استدلالات پر ہر جگہ حملہ کرتے ہین، ابوبکر رازی، امام ابوداؤد یعنی سنن ابی داؤد کے مصنف کے بیک واسطہ شاگرد ہین، اور ایک ہی واسطہ سے ابوداؤد سے احادیث کی روایت کرتے ہین،

امام موصوف قرآن مجید کی اس آیت :-

ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئ	اور ہم نے تجھپر کتاب اتاری جسمین ہر شئی کا بیان ہے

کی تفسیر مین لکھتے ہین :-

یعنی بہ واللہ اعلم تبیان کل شئ من امور الدین، بالنص والدلالۃ فما من حادثۃ جلیلۃ ولا دقیقۃ الا وللہ فیہا حکم قد بینہ فی الکتاب نصاً او دلیلاً فما بینہ النبی صلعم فانما صدر عن الکتاب بقولہ تعالیٰ (جلد ۲ صفحہ ۱۹۰)	اس سے مراد واللہ اعلم یہ ہے کہ امور دین مین سے ہر شئی کا بیان ہے یا وہ صریحی الفاظ مین مذکور ہے یا اشارۃً سمجھا جاتا ہے تو کوئی چھوٹا یا بڑا ایسا مسئلہ نہین ہے جسمین خدا کا فیصلہ نہو جسکو اس نے اپنی کتاب مین صریح الفاظ یا اشارات مین ظاہر کر دیا ہے اور جو آنحضرت صلعم نے بیان کیا ہے وہ بھی کتاب ہی سے ماخوذ ہے، جیسا کہ خدا فرماتا ہے

اس کے بعد وہ آیتین درج کی ہین، جن سے سنت کی شرعیت اور رسول کی اطاعت ثابت ہوتی ہے، اور اسی طرح اجماع وقیاس کے جواز پر قرآن کی آیتون سے استدلال کیا ہے،

حال مین ایک عالم محمد عبدالعزیز الحکیم نے سنہ ۱۳۲۵ھ مین اس موضوع پر الفتوحات الربانیہ فی الاوامر والنواہی نام ایک کتاب دو جلدون مین عربی مین لکھی ہے، پہلی جلد مین قرآن کے اوامر ہین، اور دوسری جلد مین اس کے نواہی ہین،

حقیقت یہ ہے کہ قدما کی تصنیفات کی بربادی وتباہی، اور نئی ضرورتون کے وجود سے اس سلسلہ مین ابھی کام کی سخت ضرورت ہے، علمائے تجربین کی توجہ کی حاجت ہے، یہی صورت ہے جس سے ہم نئے فتنون کا دروازہ بند کر سکتے ہین،

سراج اورنگ آبادی

از

مولوی بشیر احمد صاحب برہان پوری ٹریننگ ٹیچر ہائی اسکول دھولیا

(۲)

سراج کا کلام بلحاظِ قواعد زبان نہایت تعجب کی بات ہے کہ یہ پرانا شاعر قواعدِ اردو کے موجودہ کئی اصول سے واقف ہے، امر و نہی کے چار پہلوؤں کا بخوبی علم ہے، مثلاً،

(۱) امر کا تہذیب یا نرمی کے ساتھ استعمال ؎

تجھے سوگند اپنے چاہنے کی   کہ اپنے چاہتے پر پیار کرنا (پیار کرنا، پیار کر)

(۲) امر کا استعمال سختی کے ساتھ۔ ؎ وصل کے دن شبِ ہجران کی حقیقت مت پوچھ، (مت پوچھ، نہ پوچھ)

(۳) امر کا پرانا استعمال جواب بھی اکبرآباد میں جاری ہے، ؎ خود بخود سیماب کو مت پوچھیو یہ اضطراب

(۴) امر دعا یا نہی دعا کا استعمال ؎

بیدرد مت ملیو کسی دردمند کو،   جیسا مجھے ملا ہے وہ دلدار بے دریغ

اس شعر میں "مت ملیو" کے معنی ہیں خدا کرے کہ نہ ملے، یہ بہت پرانا استعمال ہے اور اب بالکل متروک ہے، مولوی عبدالحق صاحب بی اے نے فاربس اور پلیاٹ کے تتبع میں اپنی قواعد اردو میں اسے صحیح بتایا ہے، مگر آجکل کی جدید کتابوں میں اسے متروک ٹھہرایا ہے،

آج کل کے قواعد نگاروں نے آئیے جائیے، کھائیے، وغیرہ کے دو محل استعمال بتائے ہیں، ایک جمع مخاطب کیساتھ، اور دوسرا جمع متکلم کے ساتھ، مندرجہ ذیل اشعار میں سراج نے اسی طرح استعمال کیا ہے۔

(بمعنی جمع متکلم) دل میں ہے یہ کہ یاد میں اس خوش نگاہ کے   ہرنوں کے اتفاق سے جنگل بسائیے،

(بمعنی جمع مخاطب) شبخون کا عزم ہے صفِ عشاق پر اگر   مسّی لگا کے پان کے بیڑے چبائیے

ڈائرکٹ ان ڈائرکٹ کا استعمال آج تک اہلِ زبان چیختے چلے آرہے ہیں کہ مشرقی زبانیں انڈائرکٹ گفتگو یا تحریر کی مطلق متحمل نہیں ہیں، لیکن انگریزی دان طبقے کے کانوں پر جوں تک نہیں چلتی، دھڑلے سے اس کا استعمال ترجموں میں کئے جاتے ہیں، اور قواعد خود مغربی قواعد نگاروں نے بھی اسکی ممانعت کی ہے، سراج دو سو برس قبل اس اصول پر کاربند تھے اور اس طرح باندھ گئے ہیں۔

دامن کو تیرے ہاتھ لگاؤں تو کیا عجب   تجھ پر بھی ہے عیاں کہ مرا خاکسار ہے

پانا کا استعمال سراج کے زمانہ تک روزمرہ و محاورہ کا صحیح استعمال عام ہو چکا تھا، الفاظ کے مختلف استعمال سے بھی آگاہ تھے، چنانچہ لفظ پانا کے تین استعمال ذیل کے شعروں میں بتائے ہیں،

(۱) پانا بمعنی حاصل کرنا ؎

شربتِ زندگی اُسے ہے تلخ،   جس نے پایا مزہ دوائی کا

(۲) پانا بمعنی ملنا ؎

پاتا نہیں گلشن میں سراغِ دلِ وحشی   ٹک کام کرو دامنِ صحرا کی خبر لو

گو یہ استعمال اہلِ لکھنؤ کے ہاں غلط ہے، لیکن دہلی اور دکن میں صحیح مانا جاتا ہے، غالب کا شعر ہے

؎ کہتے ہو کہ نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا   دل کہاں کہ گم کیجے ہم نے مدعا پایا

مولوی عبدالباری صاحب آسی شرح غالب میں پڑا پایا کے معنی "پڑا ملا" بتاتے ہیں اور اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ دہلی کا استعمال ہے، لکھنؤ میں اس طرح صحیح نہیں لے

لہ شرح دیوان غالب مولفہ جناب مولوی عبدالباری صاحب آسی صفحہ ۶،

مولانا حالی کے ہان بھی یہ استعمال جائز ہے، دیوان مین فرماتے ہین، ع ہم جسکو ڈھونڈھتے ہین وہ پایا نہین گیا
مسدس مین ایک جگہ اس طرح فرماتے ہین ع کہین روشنی ان کو پائی نہ اسکی، مولانا حسرت موہانی نے
کلام حالی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حالی نے پانے کا جو استعمال کیا ہے وہ بلحاظ زبان لکھنؤ غلط
ہے، مگر ساتھ ہی فرمایا ہے کہ یہ لفظ اکبرآباد مین ملنا کے معنون مین مستعمل ہے ممکن ہے کہ دہلی مین بھی
بولا جاتا ہو، مولانا حسرت موہانی چونکہ لکھنؤ کے پیرو ہین، اسلیے اس کے غلط ہونے پر فتویٰ صادر فرمایا،
مگر یہ لفظ فی الحقیقت دہلی اور دکن مین اسی طرح بولا جاتا ہے،

(۳) کو پانا بمعنی کسی چیز کے معنی یا مفہوم سمجھنا اس کا بھی استعمال سراج نے اپنے کلام مین کیا ہے

جیسے ؎ زلف کھولا جب کہا مین شب بخیر — شکر للہ بات کو پانے لگا،

بھولنا کے دو استعمال:- بھولنا کے دو استعمال ہین، (۱) مین بھولا - وہ بھولا (۲) مجھکو یا مجھے دنیا کے کام
بھول گئے، دوسرے استعمال کی صحت کے بارے مین جناب مولانا حسرت موہانی نے اپنے نکات الشعرا
مین رائے صائب دی ہے، ناسخ کا مندرجۂ ذیل شعر بھی اسکی تصدیق کرتا ہے ؎

مجھکو بھولین گے نہ دنیا کے تماشے بعد مرگ — یاد بیداری مین آئینگی یہ باتین خواب کی
(ناسخ)

اب سراج کا شعر ملاحظ فرمایئے کہ غلط ہے یا صحیح، ؎

وصل کے دن شب ہجران کی حقیقت مت پوچھ — بھول جاتی ہے مجھے (مجھکو) صبح کو پھر شام کی بات

نے کا استعمال دکن مین حیدرآباد گولکنڈہ اور بیجاپور کے بالکل قدیم شعرا مین "نے" کا مطلق استعمال نہ تھا،
سراج کے زمانہ مین کچھ کچھ استعمال ہو چلا تھا مگر صحیح استعمال نہ جانتے تھے، بعض جگہ مطلق استعمال نہین کیا،
بعض جگہ "نے" کا استعمال کیا بھی ہے تو غلط ہے، باین ہمہ بعض مقامات پر "نے" کا حذف جو کیا ہے وہ
صحیح ہے، مثلاً:-

(ہذا) بساط عشق بازی مین مرا دل — متاع صبر و نقد ہوش ھارا

ـه تذکرۃ الشعرا، مرتبہ جناب مولانا عبدالجبار خان صاحب ... ص ۱۰، اعظم پریس

(ملانا) ع یہی تھی آرزوئے دل خداوند بر لایا

(بھولنا) ؎ گذر تیری گلی مین جو گیا باغ ارم بھولا (ع) بوالہوس کیون کو راہ بھولا ہے،

نے" کے استعمال مین دہلی و ہندوستان کے دور اول و دوم و سوم تک کے شعرا نے ٹھوکرین
کھائی ہین، ان کے مقابل مین کلام سراج کو دیکھا جائے تو پھر بھی غنیمت ہے،

ترجمہ سراج کے کلام مین بعض ایسے الفاظ اور ترکیبین ہین جو فارسی کا ترجمہ معلوم ہوتی ہین، یہ سراج
ہی پر موقوف نہین، بلکہ شاہ نصیر، ذوق، ناسخ اور آتش بھی اسی طرح لکھ گئے ہین، سراج کی مثالین
ملاحظہ ہون:-

خیال باندھنا (ترجمہ خیال بستن) ؎ کہ تا دل مین خیال یار باندھے،

التماس رکھنا (ر التماس داشتن) ؎ تجھ سے اک التماس رکھتا ہون،

گذارش کرنا (ر گذارش کردن یا نمودن) ؎ درد دل یار کون گذارش کر،

گوش کرنا (ر گوش کردن) ؎ ہماری بات محبت سے تم جو گوش کرو،

کسی پر رحم لانا (بر کسی رحم آوردن) ؎ کیون میرے پر تو رحم لائی ہے،

لب باندھنا (لب بستن) ؎ بجا ہے گر لب اظہار باندھے،

نماز کرنا (نماز کردن) ؎ نماز بے ریا مثل سراج اب دل سے کرتا ہون،

زباندانی زبان دانی کا دار و مدار عموماً الفاظ کی کثرت، ضرب الامثال کی خوبی، محاورات کی
برجستگی، اور روزمرہ کی صفائی پر ہوا کرتا ہے، انھین اصول کو مدنظر رکھکر، اہل یورپ نے ہر زبان
کی گرامر لکھی ہے، سراج کو زباندانی کی ہر ایک شق مین ید طولیٰ حاصل ہے، اور ان کے کلام
مین مندرجہ بالا صنفون کی مثالین موجود ہین:-

ضرب الامثال (۱) طوق گلوے دل ہے زلف صنم کا ہر خم ہو مشہور یہ مثال ہر یک سر ہزار سودا

(۲) کیا ہوا اگرچہ یار ہے نزدیک ، آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے ،

(۳) چراغ حسن دکھلا گم ہوا دل زلف مین تیری — مثل مشہور ہے جانان بتانا راہ بھولے کو

روزمرہ چلنا تڑپ تڑپ کر مرنا سسک سسک کر — فریاد ! ایک جی ہے ، کیا کیا خرابیان مین

نہین ہے تاب مجھے سامنے ترے جانان — کہان سراج ! کہان آفتاب عالمتاب

ظالم نے جب کہا کہ اے میان سراج ہو تم ! — مین نے دیا جواب کہ حاضر ہون جی کہو !

گر تمہاری دل خوشی ہے ذبح کرنے مین مرے — خوب ! جی جاوے تو جاوے اور کیا ہوجاویگا !

مین کہا کیا عرق ہے تجھ رخ پر ؟ — مسکرا کر کہا کہ فتنہ ہے !

کیا تبسم کیا ادا کیا ناز کیا انداز ہے ! — یاد ہین اس شوخ کو سو طرح کی استادیان

اک روز کہا مین کہ ستم نین ہے مناسب — عشاق کے اوپر ، سن بات ہماری

بیتاب ہین اس غم سے موے بعد کفن مین — اے کافر بدخو - بولا کہ بلا سین (از مستزاد)

محاورات — سراج نے اپنے دیوان مین جابجا محاورات کا استعمال کیا ہے ، بمصداق مشتے نمونہ از خروارے ہم ذیل مین صرف چند مثالین بطور نمونہ درج کئے دیتے ہین :-

(۱) کمر باندھنا ؎ مت باندھ خون ناحق عشاق پر کمر

(۲) میرا لہو پیو ، (زنانہ محاورہ ہے ، کسی کام کے باز رہنے کی حالت مین بولا جاتا ہے ، ؎

میرا لہو پیو جو حنا پر قدم رکھو ،

(۳) دیس نکالا کرنا ؎ ہے غضب حکم دیا دیس نکالا کرنے ،

(۴) جی پر بننا ؎ نین حصار اب دوسرا کوئی مگر جی پر بنے ،

(۵) منھ دیکھ (ایک کلمہ ہے جو بحالت غضب کہا جاتا ہو) ؎

کہا مین یار کو دیکھون گا چہرہ — مجھے غصہ سے بولا بیٹھ منھ دیکھ

(۶) کاٹنا (بار معلوم ہونا ، بھلا نہ معلوم ہونا)

قینچی پلک کی کھول کے کاٹا ہون[1] غم کی رات — پھر کاٹنے لگے گا مجھے دن تو کیا کرون

(۷) تارے گننا ، ؎ مجھکو تارے گنتے ساری رات گئی[2] ،

(۸) جان سے ہاتھ دھونا ؎ دھو ہاتھ جو کوئی جان سے نومید ہوا ہے ،

(۹) منھ مین لعاب (پانی) آنا (جی للچانا) ؎

عجب نین[3] نعمت دیدار ساقی دیکھ آنسو سے — ہمارے دیدۂ نادیدہ کے منھ مین لعاب آئے

(۱۰) چکنا چور ہونا ، ؎ شیشۂ دل ہوا ہے چکنا چور ،

(۱۱) دکھ بھرنا ؎ کب لگ مین زندگی مین جدائی کا دکھ بھرون ،

(۱۲) کسنا (سونا یا چاندی محک پر آزمانا) ؎

نقد دل خالص کو مرے قلب تو مت جان — ہے تجھ کو اگر شبہہ تو کس دیکھ بھلا دیکھ

(۱۳) کسنا (کسی آدمی کو آزمانا) ؎

مین وفادار ہون خدا کی قسم — کیون تغافل سین مجکو کستا ہے

(۱۴) میٹھا وار (کمزور وار) ؎

صنم کے ابروے کج کا ہے نادر نیمچہ خوش خم — عجب میٹھا ہے وار اسکا مگر مصری کا ٹکڑا ہے

(۱۵) نشہ کا تار[4] (نشہ کی ترنگ) ؎ پوچھتا نہین حال مرا تو نشہ کے تار مین ،

(۱۶) درد سر جھاڑنا (منتر سے جھاڑ پھونک کرنا ، درد سر اڑا دینا) ؎

زندگانی درد سر ہے یار بن — کوئی (کئی) ہمارے درد سر کون جھاڑ دے

---

[1] کاٹا ہون = مین نے کاٹی ہے ، [2] یہان گئی بروزن ئے ہے ، [3] نین (نہ) سے مراد نہین ہے ،

[4] نشہ کے تار کو نظیر نے بھی باندھا ہے ملاحظہ ہو مثال نظر در لغات فیلن ،

(۱۷) رفو چکر مین آنا (متعجب ہونا) ؎ اگر دیکھے مرا سینہ رفو چکر مین آجائے،

(۱۸) اجارہ کرنا (ٹھیکہ لینا) ؎

سراج اس شمرو نے اندنون مین کیا ہے سب پتنگون کا اجارہ

(۱۹) پوست مین نہ سمانا (مارے خوشی کے پھولے نہ سمانا) ؎

اگر وہ لالہ رو گلشن مین آوے ہزارا پوست مین کیونکر سماوے

(۲۰) بدن جامے مین نہ سمانا (بیحد خوش ہونا) ؎

بدن خوشی سے سماتا نہین ہے جامے مین کہ راحتِ دل وآرام بخش جان آیا

(۲۱) باندھنون باندھنا[2]، (خیال آرائی کرنا، یا کوئی چیز باندھنا)؛

ع باندھنون باندھا ہے کیوں چہرے پہ اپنے رنگ کا،

(۲۲) منھ دیکھی بات (رعایت کی بات) ؎ نہ سن اے سادہ رو تو آرسی کی بات منھ دیکھی

(۲۳) کیلنا، (جن یا بھوت وغیرہ کو قید کرنا) ؎

جنھون کو ہاتھ لگا اسم اعظم اصلی خیال غیر کے سائے کو کیل ڈالے ہین

(۲۴) شبخون مارنا ؎ لشکر پہ دین ودل کے مارے ہین ملکے شبخون،

(۲۵) نوکِ زبان (ازبر) ؎

جو حرف محبت کو کیا نوکِ زباں یاد عالم کے خیالات بھلا دے تو بجا ہے،

(۲۶) شرم سے پانی مین ڈوبنا ؎ ڈوب اس شرم سے پانی مین اگر غیرت ہے،

(۲۷) اتو ہونا (زردلیدہ یا لکیردار ہونا) ورق مسطر سے اتو ہو گیا ہے،

(۲۸-۲۹) زندگی سے سیر ہونا، تیر کا ترازو ہونا) ؎

[1] رفو چکر مین آنا بمعنی متعجب ہونا اب مستعمل نہین، [2] باندھنون باندھنا بمعنی تہمت لگانا (معارف)

ہوا ہون زندگی سے سیر ظالم! کہ تیر غم ترازو ہو گیا ہے،

(۳۰) جی ڈوبنا ؎

طوفان غم اٹھا ہے اے آشنا کرم کر جی ڈوبتا ہے میرا کشتی دکھائیں کی

(۳۱) کان دھر کر سننا (غور سے سننا) ؎ سنو تو خوب ٹک کان دھر میرا سخن پیارے!

(۳۲) زخم کا حمائل ہونا (تلوار کے آڑے ترچھے چر کے لگنا) ؎

شمشیر غم کے زخم حمائل ہوئے جسے اس کے گلے مین پھولون کے ہار ڈالی گئی

(۳۳) جم جم ہونا (ہمیشہ رہنا، مبارک ہونا) ؎

یہ آج کا ساون مجھے جم جم ہوا کرے، (یہ زنانہ محاورہ ہے۔)

(۳۴) پتنگ اکھڑنا (پتنگ کی ڈور کا ٹوٹ کر اڑ جانا) ؎

پتنگ اکھڑ اڑا کر ڈور کو مارے بگولون کے،

(۳۵) آنکھ سے معذور (اندھا) ؎

عالمِ باطن کا اس کو سیر نئین (نہین) سچ ہے زاہد آنکھ سے معذور ہے،

(۳۶) تیوری چڑھانا ؎

کبھی تم صاف کرتے ہو مرے دل کی کدورت کو کبھی تم بے سبب تیوری چڑھا کر دا کرتے ہو

(۳۷) لبستار کرنا (بات بڑھانا) ؎

نہ کہنا خوب ہے تجھ زلف کی بات عبث ہر تار کا بستار کرنا،

(۳۸) کسی پر دانت رکھنا ؎ یہ سینہ چاک شانہ رکھتا ہے دانت مجھ پر،

(۳۹) کسی کے ہو رہنا ؎

زندگانی سے ہاتھ دھو رہنا، یا کسی گلبدن کے ہو رہنا،

(۴۰) جان سے ہاتھ دھونا، ؎ دھو ہاتھ جو کوئی جان سے نومید ہوا ہے،

(۴۱) بار دینا (اجازت دینا) ؎ غیر کو بار نہ دو اپنی گلی مین ہرگز،

(۴۲) جان بحق تسلیم کرنا (مرجانا) ؎ رضا کا زخم کھاکر جان بحق تسلیم کرتے ہین،

(۴۳) انگارون پر لوٹنا (مضطرب ہونا) ؎

شعلہ رو جب سے نظر آیا ہمین لوٹتا ہے تب سے انگارون پہ دل

(۴۴) ایک ہے (بڑا چلتا پرزہ ہے، آزاد ہے) ؎

اسکے کوچہ مین لیجا کر جی لیا ایک ہے عالم کے عیارون مین دل

(۴۵) جھم جھم برسنا (پانی کے برسنے کی آواز) ؎

برستی ہے پھوار آنسو کی جھم جھم[1] (ہمقافیہ، دُم، خُم، ترنُّم)

(۴۶) مٹی کے مول بیچنا (کم قیمت مین) ؎ بیچ ہم سودائیون کی جان اب مٹی کے مول

(۴۷) نیل پڑنا (جسم پر ضرب کے نشان پڑنا) ؎

مار کھایا ہے زلف سین تیری تن پہ سنبل کے ہے علامتِ نیل

(۴۸) تنگ وقت (نماز کے کوتاہ وقت کے لیے مخصوص ہے،) ؎

ترے دہن کی مسی سے مجھے ہوا معلوم نماز شام کا ہے وقت اب نہایت تنگ

(۴۹) جاگیر بحال ہونا (ضبط یا قرق شدہ جاگیر کا کھل جانا) ؎

دیا ختن کو تری زلف نے اضافۂ مشک بحال تجھ سے ہے جاگیر بوئے نافۂ مشک،

(۵۰) نظر بھر دیکھنا، ؎

کسے مجال کہ دیکھے اُسے نظر بھر کر کہ شاہ حسن ہے وہ آفتاب عالمگیر،

[1] دہلی مین جھم جھم یا چھم چھم بولتے ہین نہ کہ جُھم جُھم

(۵۱) فولاد کا جگر رکھنا، ؎

رکھتا ہے گرچہ آئینہ فولاد کا جگر تیری نگہ کے سامنے لاچار ہوویگا

(۵۲) صاد کرنا، ؎

جس بیت مین تعریف لکھون اسکی بھوَونکی البتہ ہلالی بھی اسے صاد کرے گا

(۵۳) سر آنکھون سے قبول کرنا، ؎

البتہ سر آنکھون سے قبول اسکو کرونگا جو عشق کا ہادی مجھے ارشاد کرے گا

(۵۴) کس منھ سے ؎ دل حشر مین کس منھ سے فریاد کرے گا،

(۵۵) خونِ[1] جگر کھانا، ؎

ساقی بغیر جرعۂ مے تلخ ہے مزاج کھاتا ہے شیشہ خون جگر بے جمالِ دوست

(۵۶) جلتی آگ پر تیل ڈالنا، ؎

نامۂ لطف بھیجکر یکسر تیل ڈالے ہو آگ جلتی پر،

(۵۷) آب (پانی) دم کرنا (دعا وغیرہ کا پانی پھونک کر دینا) ؎

کون سے بیمار پر یہ آب دم ہونے لگا،

(۵۸) حالی ہونا (واقف ہونا) ؎

جو کوئی دگئی شغل کثرت سے خالی ہوا وہ اسرار وحدت سے حالی ہوا،

(۵۹) مطلب فوت ہونا ؎

نہ ملے جب تلک وصال صنم تب تلک فوت ہے مرا مطلب

(۶۰) مجلس گرم ہونا ؎ مجلس عیش گرم ہے یا رب،

[1] دکن اور دہلی مین خون جگر کھانا ہی محاورہ ہے، اہل لکھنؤ اب خون جگر پینا باندھنے لگے ہین،

(۶۱) سولی کا پھول (سخت جان، ایذا رسان) ؎

دل نہین ہے بلکہ ہے سولی کا پھول — دوسرا منصور کہلانے لگا،

(۶۲) سخن سبز ہونا ؎

اب ہوا ہے سخن ہمارا سبز — طوطیون کی عبث ہے گویائی

(۶۳) لہو خشک ہونا ؎

دیکھ کر دریا مین اس مہندی بھرے ہاتھونکا عکس — خشک ہوجاتا ہے لوہو پنجۂ مرجان کا،

(۶۴) دست و گریبان ہونا ؎ مجھسے غم دست و گریبان نہ ہوا تھا سو ہوا،

(۶۵) دل اٹکنا ؎ زلف کافر سے کیون نہ دل اٹکے — جسکی ہر لٹ مین ہین کئی لٹکے ۔

(۶۶) لگن لگنا ؎ لگی اس شمع رو سے کیا لگن پروانۂ دل کو،

(۶۷) شفق پھولنا ؎ زمین سے گل ہو نکلا آسمان سے ہو شفق پھولا،

(۶۸) پھول ہونا (سیم ہونا) ہین ہمارے آج پھول اور بلبلون کے حق مین عید،

(۶۹) گلے کا ہار ہونا، ؎

زخم تیرے تیغ کا اے گلبدن — سینہ چاکون کے گلے کا ہار ہے

(۷۰) دستک دینا (پروانہ یا سرٹیفکٹ دینا، سمن یا وارنٹ دینا،) ؎

صفوۂ دل کو داغ کی کر مہر — عشق کے شاہ نے دیا دستک

(۷۱) بن جانا، (اچھا موقع ہونا)، ؎

آئی ہے نو بہار دوانون کی بن گئی، — بن بن صدائے خندۂ گل ہر چمن گئی

(۷۲) کتابی سخن ؎ دل کو ہوش خدا ہے ناشکوہ تو — عاشقون کا سخن کتابی ہے،

لہ یہ دکن کا محاورہ ہے گیز نگر فین اور فرہنگ آصفیہ مین اسکا کہین ذکر نہین ہے،

(۷۳) سبیل پلانا ؎ تیری ابرو کی تیغ پیاسی ہے — آپلا خون عاشقان سے سبیل،

(۷۴) طالع کے سکندر ؎

مثال عکس سبکی آنکھ سکے درپن کے اندر ہو — ہوا معلوم یون ہم کو کہ طالع کے سکندر ہو

(۷۵) ہاتھ اٹھانا (دست بردار ہونا) ؎

کئے رخصت جہان کی دوستی ہم — سلامین کر سبھی سے ہاتھ اُٹھائے،

(۷۶) ڈھیل ڈالنا، (معاملہ لیت و لعل یا کشائی مین ڈالنا) ؎

جفا کے ملک کے راجون نے ڈھیل ڈالے ہین — دگرنہ دم مین ہزارون قتیل ڈالے ہین،

(۷۷) شرم سے پانی ہونا، (بحید شرمندہ ہونا) ؎

دیکھ مجھ اشک کی درخشانی، — ہر گہر شرم سے ہوا پانی،

مندرجۂ ذیل غزل کے تمام قافیے محاورون مین ڈوبے ہوئے ہین:-

دیوانہ قید ہوش سین آزاد ہوگیا — شکر خدا کہ پانون کی زنجیر کٹ گئی،

حیران ہون اسکی ابروپہ چین کو دیکھ کر — تقصیر کچھ نہ تھی کہ یہ سیفی الٹ گئی

مین بیخبر تھا اسکے تبسم نے کی خبر — بلبل کی نیند خندۂ گل سے اُچٹ گئی

آنے مین اس کے اشک روان بند ہوگئے — اس تندخو کی دھاک سے یہ فوج ہٹ گئی

اب عرض حال یار سین لازم ہوا سراج — تنہا ہے شمع بھیڑ پتنگون کی چھٹ گئی

مندرجۂ ذیل اشعار مین لفظ "کے ہاتھون" بالکل محاورۂ حال کے مطابق باندھا ہے:-

ہزار حیف کہ ہم پیاس پیاس کرکے موئے — تمہارے لعل لب آبدار کے ہاتھون

قرار و صبر و دل و دین و ہوش و خواب گیا — جو کچھ ہوا سو ترے انتظار کے ہاتھون

لہ سلام کو یا تو مونث سمجھا ہے یا پرانے زمانے مین جمع کا یہی دستور تھا، لہ ڈھیل ڈالے ہین، ڈھیل ڈالی ہو دکنی قول کے مطابق فعل کا استعمال کرتے ہین، لہ آج کل نیند اچاٹ ہوگئی کہتے ہین، اچٹ گئی پرانا محاورہ ہے،

مجھے بھی خوار کیا، آپ بھی خراب ہوا — مین جان بلب ہون دل بیزار ہا ہون

سراج نے لفظ سرکاری بمعنی معشوق کا استعمال اردو اور فارسی دونون زبانون مین کیا ہے، یہ استعمال صحیح ہے، حضرت داغ مرحوم نے کئی جگہ اسے باندھا ہے، اور فرہنگ آصفیہ مین بھی اس لفظ کے تحت مین متعدد شعرا کی مثالین درج ہین، سراج کے اردو اور فارسی اشعار ملاحظہ ہون:

(اردو) نقد دیدار بوالہوس کون نہ دو — اس مین سرکار کی کفایت ہے،

(فارسی) ترا کہ آئینہ از بہر جلوہ درکار است — دلم ہر آئینہ مشکن زیان سرکار است

سراج کا کمال شاعری

سراج نے قصائد چھوڑ کر جملہ اصناف سخن مین فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہین، سلاست و روانی کو کہین ہاتھ سے جانے نہین دیا، نشست الفاظ مین انھین ید طولیٰ حاصل ہے، سنگلاخ زمینون مین طویل غزلین کہی ہین، اور شگفتہ شعر نکالے ہین، ان کے قافیون مین ایک قسم کی موسیقیت ہوتی ہے، جسکی وجہ سے غزل پڑھتے وقت زیر و بم کا دلآویز سمان بندھ جاتا ہے، مندرجہ ذیل دو غزلین اس ثبوت کے لیے کافی ہین، غزل ثانی کے قوافی سے سراج کی صرفی و نحوی لیاقت ظاہر ہوتی ہین، اور یہ پتہ چلتا ہے کہ اسم ذات کے بنانے کا فن ان کے زمانے مین مکمل ہو چکا تھا:-

(۱) مرا دل آگیا جھٹ پٹ جھپٹ مین — ہوا لٹ پٹ لپٹ زلفون کی لٹ مین

ہر اک ناقوس مین آتی ہے آواز — کہ ہے پرگھٹ وہ ہر ہر ہر کے گھٹ مین

نمایان ہے وہ نور چشم مردم — پلک کے پٹ مین پتلی کی الٹ مین

لگی ہے چٹ پٹی مت کر نپٹ ہٹ — چھپے[۱] مت لٹ پٹی گھونگھٹ کے پٹ مین

سراج اس شمع رو بن جل گیا ہے — نپٹ حسرت کے شعلون کی لپٹ مین

۱؎ چھپے مت = مت چھپ،

(۲) کبھی تم مول لینے ہمکو ہنس ہنس جاؤ کرتے ہو — کبھی تیر نگاہ تند کا برساؤ کرتے ہو

کبھی تو صاف کرتے ہو مرے دل کی کدورت کو — کبھی تم بے سبب تیوری چڑھا کر تاؤ کرتے ہو

کبھی تم موم ہو جاتے ہو جب مین گرم ہوتا ہون — کبھی مین سرد ہوتا ہون تو تم بھڑکاؤ کرتے ہو

کبھی لالا مجھے دیتے ہو اپنے ہاتھ سے پیالا — کبھی تم شیشۂ دل پر مرے پتھراؤ کرتے ہو

کبھی تم دھول اڑاتے ہو مرے غصے سے رو رکھے ہو — کبھی منہ پر حیا کا لا عرق چھڑکاؤ کرتے ہو

کبھی خوش ہو کے کرتے ہو سراج اپنے کو جان بخشی — کبھی اسکے[۱] بجھا دینے کو کیا کیا داؤ کرتے ہو

سراج کی بے نقط غزل

سراج نے اپنی غزلون مین مختلف صنائع و بدائع کا استعمال کرنے کے علاوہ ایک بے نقط غزل بھی لکھی ہے جو درج ذیل ہے:-

محرم دل ہوا وہ سحر ادا — کر کے معلوم واله و رسوا

سو کر آہ درد کھو آرام — دل ہمارا ہوا درس کا گدا

مہر کر مہر مرہم دل ہو کر — کر عطا دل کا مدعا سارا

درد کا گھر ہوا ہمارا دل — ہار گل کا ہوا گل سودا

دل کہا لا الہ الا اللہ، — ورد اسم رسول کر کے سدا

تصوف

چونکہ سراج صوفی باصفا تھے، ان کی ہر اک غزل کے کسی نہ کسی شعر مین تصوف کی جھلک نمایان ہوتی ہے، مثلاً اہل تصوف اپنا کلام عموماً شراب ناب یا مخمور و مدہوش کے پردے مین بیان کرتے ہین، اور مے گساری و بادہ پیمائی کو عشق حقیقی کے رنگ مین ڈھال کر ظلمتکدۂ دل کو منور و ضیا پاش بناتے ہین، سراج نے بھی صوفیانہ شاعری کا یہی معیار قائم رکھا ہے، مندرجہ ذیل غزلیات و اشعار سراج کا پایۂ تصوف ظاہر کرنے کے لیے کافی ہین:-

۱؎ اس مصرع مین بجھا دینا بمعنی قتل کرنے کے ہین، اور داؤ سے مراد داؤن ہے،

(۱) گدائے کوچۂ میخانہ میرے پرستان ہے
بہارِ گل میں ہر بلبل شہیرے پرستان ہو

شبِ تاریک میں حاصل ہو انکو سیر مہتابی
کہ دورِ جامِ مل بدرِ منیرے پرستان ہو

بتاتا ہو کرشمے بیٹھکر مسجد میں ابرو کے
مگر وہ نرگسِ مخمور پیرے پرستان ہو

ہوا عہدِ الست انکو شکست توبۂ دیرین
گلوئے شیشہ سے دستگیرے پرستان ہو

عیان ہوتا ہو رنگِ بادۂ مینائے سربستہ
سراج آئینۂ روشن ضمیرے پرستان ہو

(۲) ہوا ہو خطِ جبین جسکو خطِ جامِ شراب
نگینِ دل پہ کیا نقش اس مین نامِ شراب

نہین ہو حرمتِ مے کی خبر تجھے زاہد
کہ میکشون کو ہو معلوم احترامِ شراب

نیازِ عالمِ مستی مین نین غرور نماز
شکستِ موج ہو طرز خم سلامِ شراب

ہر ایک سرو ہو شیشہ ہر ایک گل ساغر
دیا بہار نے فتوائے اذنِ عامِ شراب

خیالِ نرگسِ ساقی سین دل ہو لرزش مین
ہوئی ہو رعشہ فزا کثرتِ مدامِ شراب

ترے سخن مین لے ناصح نہین ہو کیفیت
زبانِ قلقلِ مینا سے سن کلامِ شراب

ہے عکسِ چہرۂ خورشید رو پیالے مین
سراج جلوہ نما ہو مہِ تمامِ شراب

مندرجہ ذیل اشعار بھی تصوف کا رنگ لیے ہوئے ہین :-

جھڑ پڑین برگ نخلِ طوبے کے
گر کرون دل سے نعرہ یا ہو ،

بزمِ وحدت مین نہین ہو احتیاجِ جامِ مے
مستِ وحدت کو ن شراب ارغوانی ہیچ ہے

ہے تجلی بخش جب سے پرتوِ انوارِ حق ..
تب سے میرا دل ہوا ہے مطلعِ انوارِ حق

بے خبر ہے عقل کونین سے مثلِ سراج
جو ہوا ہے بے خودی کے جام سی سرشارِ عشق

دور ہو جائے شبِ غفلت کی تاریکی سراج
عشق بزم افروز کی گر شمعِ نورانی ملے

راہِ خدا پرستی اول ہے مے پرستی،
ہستی مین نیستی ہے اور نیستی مین ہستی

پند و نصیحت کہین کہین ادب وتہذیب اور پند و نصائح کا بھی اشارہ کیا ہے، فرماتے ہین،

سراج اب مجکو یہ روشن ہوا ہے ،
کہ شمعِ محفلِ دانش ادب ہے

کام جاہل کا ہے سخن چینی
اے سراج اسکو تو جواب نہ دے

ایک جگہ قافیہ صبح کے باندھتے وقت سحر خیزی کے فوائد گنا گئے ہین، ؎

دو دشِ آفتابِ جہانگیر ہے مدام
جس پر ہوا ہے سایۂ بالِ ہمائے صبح[1]

کھلتا ہے فیضِ آہ ستی غنچۂ مراد
ہے باعثِ شگفتگیِ گل ہوائے صبح

سراج کا پایۂ شاعری ہندوستان مین کالیداس کا نام صرف موزون تشبیہات کی وجہ سے زندہ جاوید ہوگیا ہے، سچ پوچھیے تو بغیر تشبیہ و استعارات کے شاعری طعام بے نمک کے مانند ہے، جو بات کسی شاہد رعنا مین زیور و خوش لباسی پیدا کرتی ہے، وہی بات شعر مین تشبیہ سے پیدا ہوتی ہے، سراج کی نیچرل تشبیہون کا ذکر ہم آغاز مضمون مین کر آئے ہین، اب انکی ان تشبیہون کو ہم منظرِ عام پر لانا چاہتے ہین جو غزل کی جان ہونے کے علاوہ شاعر کے لیے مایۂ ناز سمجھی جاتی ہین، ذیل مین چند نمونے ملاحظہ فرمائیے :-

تمھارے عارضِ گل سے نہین ہو راہِ گریز
ہوئی ہو منفق اب فوجِ زنگِ لشکرِ شام

دہن ترا ہے مگر خاتمِ سلیمانی ،
ہوئے ہین دیو و پری جس سبب ترے محکوم

آفتاب آئینۂ نقشِ کفِ پا ہے ترا
کیا مگر باقی ہے اعجازِ یدِ بیضا ہنوز ؟

غم نے پیلا کیا ہمارا رنگ
کیمیاگر نے زر کیا مس کا :

رخ ہے مصحف بھوین ہین بسم اللہ
زلف تیری ہے سورۂ اخلاص ،

شامِ غم کو ہو امیدِ صبحِ عشرت دمبدم
سورۂ واللیل کو ہے والضحیٰ کا اشتیاق

[1] تشبیہ کی ندرت ملاحظہ فرمائیے ،

اصناف سخن | سراج کے دیوان میں غزلیات، رباعیات، مخمس، مستزاد، ترجیع بند اور مثنویاں ہیں، بڑی خوبی تو یہ ہے کہ ہر قسم کے کلام میں سلاست و روانی پائی جاتی ہے، جی تو چاہتا ہے کہ تمام قسم کے کلام کے نمونے درج کرکے اہل فن کے سامنے پرانی شاعری کا بہترین نقشہ پیش کروں، لیکن خوف طوالت مضمون نے باز رکھا، ؎

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسن تو بسیار | گلچینِ جمالِ تو ز داماں گلہ دارد

سراج نے اپنے دیوان میں چھوٹی چھوٹی سات مثنویاں درج کی ہیں جنمیں سے بعض تو گویا واسوخت معلوم ہوتی ہیں، اور بعض پر اختصار کی وجہ سے عاشقانہ خطوط کا گمان ہوتا ہے، پہلی مثنوی بطور مناجات ہے، اس میں حمد و نعت کے بعد اپنے کلام کی مقبولیت کے لئے درگاہ ایزدی میں اس طرح دعا مانگی ہے:-

الٰہی مجھ سخن میں دے لطافت | گلِ معنی میں دے رنگِ نزاکت
الٰہی کر مرے دیوان کو مشہور | ہر اک صاحب نظر کا ہوئے منظور

مثنوی دوم بلحاظ تخیل قابل تعریف ہے، عاشق صبا کے آگے اپنے معشوق جفا جو کا گلہ صبح سویرے اس طرح رو رہا ہے:-

اے صبا ہے وطن ترا گلزار | نام تیرا ہے پیکِ خوش رفتار
تجھ سے اک التماس رکھتا ہوں | میں ترا سی ہوں آس رکھتا ہوں
درد دل یار کو گذارش کر | غم سے مظلوم کی سفارش کر
نشۂ غم مجھے دوبالا ہے | نور کا وقت ہو اُجالا ہے،

اس کے بعد کہتا ہے اے نیکبخت! تجھے خبر بھی ہے کہ صبح نے مجھے غمگین پاکر اپنا گریبان چاک کر لیا ہے، مگر اف رے کثرا! تو ٹس سے مس نہیں ہوتی، میرے درد کا تجھ پر مطلق اثر نہیں،

خدارا میرا حال معشوق کو جا سنا، کسی قدر ٹھہر کر پھر کہتا ہے، نعوذ باللہ میں اتنا بھی نہ سمجھ سکا کہ تو بہرے گوں یا مطلب کی نہیں، تو دل کی لگی کو کیا خاک جانے، تیری ساری عمر صحن گلزار میں بلبلوں کی نغمہ خوانی سنتے، اور گل و ریحان کی خوشبو سونگھتے گذری، کاش تیرے دل میں بھی کسی کے عشق و محبت کا تیر ترازو ہوتا، کہ تو ہمارے جیسے ہجران نصیب عاشقوں کی قدر کرتی، اے صبا:-

حق تجھے عشق سے قریب کرے | تجھکو درد دوام نصیب کرے
غم سے خالی نہیں ہر اک ذرہ | سب پہ آیا ہے عشق کا غرہ
تجھ پہ آیا نہیں تو آوے گا | غم خزاں ہو کے رخ دکھاویگا
مہربان ہو کے یار کو جا بول | دلبر غمگسار کو جا بول؛

کہ تیرے ہجر میں عاشق کے جینے کے لالے ہیں، حرمان و یاس کا عالم ہے، صبر و قرار کوسوں دور ہے، جینا دوبھر ہو گیا ہے، آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی جاری ہے، خدارا بیتاب نہ کر جلد آ، اور اپنا دیدار دکھا جا، اس کے بعد کہتا ہے یہ کلام ہرزہ سرائی اور صدا بصحرا ثابت ہوئی، صبا نے کچھ ایسی گھنی سادھی کہ ایک لفظ تک نہ کہا، آخر ناامید ہو کر عاشق نے جناب باری میں دست بستہ التجا کی:- کہ

نت بیقرار ہوں یارب | روز و شب اشکبار ہوں یارب
کب تلک قید غم سے چھوٹونگا | اپنے مطلب کا گنج لوٹوں گا
کب تلک یار رخ دکھاویگا | مجھ طرف مہربان ہو آویگا
کب کھلیگی مرادِ دل کی کلی | کب نظر آویگی صنم کی گلی،

جب اس طرح بالحاح و زاری دعا مانگ کر اپنی دھن میں چپ چاپ رنج و افسوس کرتا ہوا بیٹھا تھا کہ اتنے میں

ہاتف غیب سے ندا آئی،	کہ نہ ہو اس قدر تو سودائی
حق کی درگاہ لااُبالی ہے	بندگی کب کسی کی خالی ہے
حق ترے یار کو ملا دے گا	اس کے دیدار کو دکھا دیگا

اس غیبی آواز کے آنے کے بعد بھی عاشق وصال جانان سے محروم ہی رہا، مگر اس اثنا مین اس کے دل نے گواہی دی کہ آج ضرور "سجن ملاوا" ہوگا، دل بانسون اچھل رہا تھا، اور مارے خوشی کے باچھین کھلی جاتی تھین، اور بار بار یہ شعر زبان پر دہرا رہا تھا ؎

شام کے وقت ہے امید چراغ	نہ ملے جب چراغ تو ہے داغ

آنکھین انتظار مین فرش راہ تھین، ہوا سے اگر کوئی پتا کھڑک جاتا تو میان عاشق سمجھتے کہ میرا "من ہرن" آگیا، مگر افسوس شام شفق کا ارغوانی ڈوپٹہ اوڑھے ہوئے حجرۂ مغربی مین داخل ہوگئی، اور کالی کالی رات آبنوسی تخت پر بیٹھے ہوئے اپنی بھیانک شکل دکھانے لگی، دامن صبر و شکیب عاشق کے ہاتھ سے جاتا رہا، دیوانہ وار دوستون کے قدمون پر آگرا اور بھرائی آواز مین کہنے لگا:-

کیا کرون فکر اس کے ملنے کی	اپنے مقصد کے پھول کھلنے کی
مین تمھارا غلام ہون یارو	مجھکو موہن کے پاؤن پر وارو

(باقی)

نٹشے اور تمدنیات

(فوق البشر)

از

مولوی سید مظفر الدین صاحب ندوی ایم اے لکچرار ڈھاکہ یونیورسٹی

نٹشے دیگر ارتقائیین کی طرح صرف علوم مادی کو بنی نوع انسان کے لیے مرجع کمال سمجھتا تھا، وہ دینیات، نفسیات، عقلیات، منطق و فلسفہ کو بیکار اور غیر مفید خیال کرتا تھا، اسکی تمام توقعات علم حیات اور علم الاجسام سے وابستہ تھین، وہ مسئلہ "وجود باری" سے کہین زیادہ مسئلہ "بالیدگی جسم" کے حل کا مشتاق تھا، وہ کہتا تھا کہ "مین ہمہ تن "جسم" ہون اور "روح" بھی "جسم" کا ایک جزو ہے، حسیات و جذبات کی تہ مین جو قوت مضمر ہے اور جسے عام زبان مین "نفس" (یا ایگو) کے نام سے پکارا جاتا ہے وہ بھی جسم ہی مین سکونت گزین ہے بلکہ جسم ہی کا ایک حصہ ہے،

نٹشے کا دعویٰ تھا کہ ایک زمانہ تھا جبکہ مذہب کی عالمگیر حکمرانی کے سامنے فطرت انسانی کی تمام پرزور قوتین دب گئی تھین اور مذہب نے اپنی ہمہ گیری سے ان کو اپنا تابعدار بنالیا تھا، لیکن جب دنیا نے ترقی کی اور مذہب کا شیرازہ بکھر گیا تو پھر یہ دبی ہوئی قوتین ابھرین اور نتیجۂ کار مذہب کی مسند پر "ارتقا" متمکن ہوا،

ارتقائیین کے مسلک کی رو سے دنیا اور دنیا کی اشیا روز بروز ترقی کر رہی ہین، لیکن نٹشے سے پہلے کسی نے اس مسئلہ پر روشنی نہین ڈالی، کہ دنیا کے اس روز افزون سلسلۂ ترقی کی آخری کڑی کیا ہے اور دنیا کی تمدنیاتی جد و جہد کا منتہائے مقصود کیا ہے؟ نٹشے پہلا شخص ہے جسنے اس مسئلہ پر

روشنی ڈالنے کی کوشش کی اور تمدنیاتی مساعی کا نصب العین قائم کیا، چنانچہ وہ لکھتا ہے :۔

"اب تک بنی انسان کا کوئی نصب العین نہ تھا، ایک خود ساختہ نصب العین تمدن وتہذیب کی ترقی کے لئے اشد ضروری ہے، ہماری تمام تمدنیاتی مساعی کا منتہائے مقصود "فوق البشر" کا وجود ہے،" اسلئے ہر اس مذہب اور ہر اس مجموعۂ قوانینِ اخلاق وسیاست کو نیست ونابود کردینا چاہیئے جو "فوق البشر" کے ظہور مین توقف کا باعث ہو، صرف زبردست اور قوی الارادہ اشخاص کا تیارکردہ مجموعۂ قوانین انسانی زندگی کے اغراض ومقاصد کے شایانِ شان ہوسکتا ہے،

فوق البشر کا مفہوم نٹشے نے اوّل اوّل "فوق البشر" (Superman) کا لفظ گیٹے[1] سے اخذ کیا اور پھر ای، جی، ڈیہرنگ (E. G. Duhring)[2] کی کتاب (The value of life) سے بہت کچھ استفادہ کیا، بعدازان اسکی توضیح وتشریح کرکے اُسے اپنی تمام کدوکاوش کا نصب العین قرار دیا، "فوق البشر" سے نٹشے کی کیا مراد تھی ذیل کی عبارت سے ظاہر ہوگی :۔

"موجودہ نسل انسانی سے ایک زبردست دل ودماغ والی امارت پسند قوم پیدا ہونیوالی ہے جو یورپ کے عوام پر حکومت کرے گی، اس قوم سے ایک خالص یورپین جماعت عالمِ وجود مین آئے گی جو "Higher man" (سربرآوردہ جماعت) کہلائیگی، اس جماعت کی نسل سے ایک اور اعلیٰ جماعت پیدا ہوگی جو "Superman"، (فوق البشر) کے نام سے موسوم ہوگی، ہمارا اخلاقی اور معاشرتی فرض ہے کہ ہم ایک صنف سے دوسری اعلیٰ صنف کی طرف

[1] Goethe (۱۷۴۹ء-۱۸۳۲ء) جرمنی کا مشہور شاعر، ڈراما نویس اور فلسفی تھا، وہ بہت بڑا مصلح اخلاق تھا، اس نے اپنی خداداد اور پرزور قابلیت سے جرمنون کو سیاسی، علمی اور اخلاقی تنزل سے نجات دی،

[2] Duhring (۱۸۳۳ء-۱۹۰۱ء) جرمنی کا ایک مشہور فلسفی تھا اس کا فلسفہ "فلسفۂ حقیقت" تھا، وہ تقدیر اور ہر اس مسلک کا مخالف تھا جو حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے،

برابر بڑھتے رہین اور ہم اپنا ذاتی مفاد اس جماعت کے لیئے قربان کردین جو تمام جماعتہائے انسانی سے افضل ہے، پس موجودہ نسل انسانی کو بےغرض اور بےلوث زندگی گذارنی چاہیئے تاکہ آیندہ نسلین ہر طرح سے خوشحال اور فارغ البال ہون :

متذکرۂ بالا تشریح کے باوجود "فوق البشر" کا صحیح مفہوم بتانا نہایت مشکل ہے، کیونکہ بعض اوقات اس لفظ سے نٹشے کی مراد "اعلیٰ صنف" اور بعض اوقات "اعلیٰ شخصیت" تھی، جب اس پر شخصیت پرستی کا مادہ غالب ہوتا تھا تو "فوق البشر" سے وہ افراد انسانی کے بہترین نمونے مراد لیا کرتا تھا، اور جب نوع انسان کے اجتماعی مفاد کا خیال ہوتا تھا تو وہ افراد واشخاص سے گذر کر صنف اعلیٰ کی جستجو کرتا تھا، اس اختلاف بیان کی ایک اور توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ جب تک نٹشے پر تصوریت اور رومانیات کا رنگ چڑھا رہا اُسے "اعلیٰ شخصیت" پر ایمان رہا، اور جب وہ عملیات کے میدان مین گامزن ہوا اور صرف علم حیات کو اپنی کوششون کا جولانگاہ قرار دیا تو "اعلیٰ صنف" کا خیال ہوا،

فوق البشر کا مذہبی پہلو سر فرینسس گیلٹن[1] جدید تمدنیات کا بانی سمجھا جاتا ہے، اسکی مشہور کتاب "ساخت انسانی کی تحقیق" (Enquiries into human faculty and its development) ۱۸۸۳ء مین شائع ہوئی، اس کتاب نے نٹشے کے تمدنیاتی خیالات پر گہرا اثر ڈالا، بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ نٹشے نے اپنے تمدنیاتی مقاصد کی جو شرح وبسط کی ہے وہ اسی کتاب سے ماخوذ ہے، سر فرینسس گیلٹن تمدن کے مستقبل پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتا ہے :۔

تمدن کو دنیا کے سامنے ایک جدید مذہب کی حیثیت سے پیش کرنا چاہیئے کیونکہ اس مین اس بات کی پوری صلاحیت پائی جاتی ہے کہ مذہب کی طرح عالمگیر اور مقبول خلائق ہو، اور

[1] Sir Francis Galton انگلستان کا ایک مشہور معاشرتی مصلح سمجھا جاتا ہے، ۱۸۲۲ء مین پیدا ہوا، اس نے تمدن پر متعدد کتابین اور رسالے لکھے، اسنے اپنی ساری کوشش ناکارون کے توالد وتناسل کی روک تھام مین صرف کردی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا،

"یہ بعید نہین کہ مستقبل مین تمدّن مذہب کا قالب اختیار کرلے یا مذہب کا رکن رکین بنجائے"

نٹشے کو خوب معلوم تھا کہ مذہب کی خواہ دھجیان کیون نہ اڑائی جائین، دنیا یا کم ازکم موجودہ دنیا فلسفی اور مقنن سے کہین زیادہ پیغمبر کا احترام کرتی ہے، اور لوگ مذہب کے اوامر و نواہی کو حسن عقیدت کے ساتھ تسلیم کرلیتے ہین اور مذہب کی خاطر عظیم الشان قربانیان کرتے ہین، اس لیے اس نے اپنے نصب العین (فوق البشر) کی کامیابی کے لیے منجملہ اور شرائط کے ایک مذہبی شرط بھی لازمی قرار دی تاکہ یہ مذہبی رنگ اختیار کرکے مقبول خاص و عام ہو، نٹشے "فوق البشر" کے مذہبی پہلو پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"انسان متعصب اور خودغرض واقع ہوا ہے، وہ دنیا و مافیہا پر فلسفیانہ نظر نہین ڈالتا، وہ اپنی مختصر زندگی تک اپنی ساری کارگذاری کو محدود کرنا چاہتا ہے، وہ اُن درختون کو لگانا نہین چاہتا جن کے لیے صدیون کی محنت و مشقت درکار ہو اور جن سے آنیوالی نسلین زمانہ دراز تک متمتع ہون، وہ درخت لگاکر خود ہی اس کا پھل کھانا چاہتا ہے، یہ تنگ خیالی صرف خودغرضی اور نفسانیت کا نتیجہ ہے، ہمین ایک صنف انسانی سے دوسری صنف تک بڑھنا چاہیئے، ہمین انفرادی نفع چھوڑکر اجتماعی آسائش کا خیال کرنا چاہیئے، ہمین اپنے نصب العین کی خاطر ہر طرح کا ایثار کرنا چاہیئے، صرف اپنی فکر کرنا اور دوسرون کی طرف توجہ نہ کرنا ایک زبردست قومی حادثہ ہے، آنے والی نسلون کی عزت و محبت کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم اپنے ہمسایون اور پڑوسیون تک کا خیال نہ کرین"

فقرات بالا سے صاف ظاہر ہے کہ نٹشے "فوق البشر" کے ظہور کے لیے "ترک خودی" اور ایثار و قربانی ضروری قرار دیتا ہے اور یہ مسیحیت کے عالمگیر اثر کا نتیجہ تھا، اگرچہ وہ مسیحیت کا جانی دشمن تھا تاہم وہ گردوپیش کے مذہبی اثرات سے محفوظ نہین رہ سکتا تھا،

فوق البشر کے ذرائع اگرچہ "فوق البشر" کا خیال بظاہر نہایت خوش آئند اور دلکش ہے، لیکن افسوس ہے

کہ نٹشے نے اسکی کما حقہ توضیح و تشریح نہین کی، اس لیے اس کا صحیح مفہوم بتانا مشکل ہی نہین ہے بلکہ محال ہے، اور اس نقص کا اعتراف خود نٹشے کو تھا، وہ کہتا تھا کہ اگر "فوق البشر" کی جامع و مانع تعریف اور پوری توضیح و تشریح کیجائے تو اسکی دلفریبی اور اثرآفرینی کم ہوجائیگی، بالاجمال یہ سمجھنا چاہیئے کہ فوق البشر ذہنیات اور اخلاقیات کی آخری سرحد ہے یا ایک آلہ ہے جس کے ذریعہ سے حیات انسانی اپنے تمام مراحل طے کرکے آخری منزل تک پہنچ سکتی ہے،

نٹشے کا خیال تھا کہ "فوق البشر کے ظہور مین ابھی ایک عرصہ درکار ہے، سردست ہمین وہ راہ عمل اختیار کرنی چاہیئے جس سے منزل مقصود تک پہنچنے مین آسانی ہو اور وہ تدابیر و تراکیب اختیار کرنی چاہئین جنسے "فوق البشر" کے ظہور کے لیے راستہ صاف ہوجائے،

نٹشے کی فوری تدابیر یہ ہین:-

(۱) جوانون کو صحیح و موزون تعلیم دینا،

(۲) موجودہ قوانین مناکحت پر تمدنی ضروریات کے مطابق نظرثانی کرنا،

(۳) متحدہ یورپ کے قیام کی کوشش کرنا،

(۴) مسیحیت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کرنا،

ان تدابیر کو نٹشے کے خیال کے مطابق ہم ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہین:-

تعلیم نٹشے کا بیان ہے کہ موجودہ طرز تعلیم متعدد نقائص کا مجموعہ ہے، اس سے طلبہ کے دل و دماغ مین جمود اور کورانہ تقلید کا مادہ پیدا ہوتا ہے، اس سے انسانی حیات و جذبات مین کسی قسم کی تازگی و طراوت نہین پہنچتی، نٹشے نے ۲۸ سال کی عمر مین (جبکہ وہ بون یونیورسٹی مین پروفیسر تھا) "ہماری تعلیم گاہون کا مستقبل" کے عنوان سے پانچ زبردست لکچر دیئے تھے، ان لکچرون مین وہ ایک جگہ کہتا ہے "ہمارا مقصد عوام کی تعلیم نہین ہے بلکہ صرف چند منتخب اور چیدہ اشخاص کی تعلیم و تربیت ہے جو بعد کو قومی

خدمات انجام دےسکین۔ وہ لسانیات، نفسیات، علمیات اور دینیات کی تعلیم کو انسانی زندگی کے لیے صرف بیکار ہی نہین بلکہ سخت مضر سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ ان مضامین کے اساتذہ حقیقی استادون کے مقابلہ مین وہی نسبت رکھتے ہین، جو جنگلی ہندوستانی طبیب، حاذق اور کامل اطبار کے مقابلہ مین رکھتے ہین، ان مضامین کے پڑھنے سے صرف اتنا ہوتا ہے کہ معلومات کا ذخیرہ دل و دماغ مین بھر جاتا ہے اور بس، کام کرنے کا شوق نہین ہوتا، نوجوانون اور نونہالون کو مادی علوم اور کارآمد فنون کی تعلیم دینی چاہیئے تاکہ فراغت کے بعد وہ دنیا مین کوئی کام کرسکین، علمی تعلیم کے بجائے عملی تعلیم لازمی اور لابدی ہے،

مناکحت | نٹشے کا دعوی ہے کہ آجکل شادی کے معنی یہ ہین کہ سوسائٹی کی طرف سے دو افراد انسانی کو عیش کرنے اور خواہشات نفسانی کے پورا کرنے کی اجازت دیدیجاتی ہے اور بس، اگرچہ یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ شادی سے معاشری نظم و نسق اور بقائے نسل مقصود ہے لیکن اس کا جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہ اس کے بالکل منافی ہے، آجکل مناکحت کی بنیاد "اتفاق" پہ قائم ہے اور اس لیے طرفین کے دل محبت اور الفت سے زیادہ تر خالی رہتے ہین، نٹشے کا خیال ہے کہ انسان کو جبتک اپنی تندرستی اور شرافت نسبی کا یقین نہ ہو شادی نہین کرنی چاہیئے کیونکہ وہ اس کے ذریعہ سے ایک نئی ہستی کی بنیاد ڈالنا چاہتا ہے اور اسکی خصوصیات متعدد نسلون تک منتقل ہوتی رہینگی، ہر امیدوار نکاح کو اپنے نفس سے یہ سوال کرنا چاہیئے "کیا فلان عورت کے ساتھ تم اپنا وقت مرتے دم تک خوشی سے گذار سکتے ہو یا نہین"؛ نکاح کی بنیاد رفاقت و الفت پر قائم ہونی چاہیئے، نٹشے اس سلسلہ مین لکھتا ہے:-

"آیندہ مناکحت صرف روحانی رفاقت کی خاطر ہونی چاہیئے جسکی غرض و غایت یہ ہو کہ ایک ایسی نسل کی بنیاد پڑے جو موجودہ نسل سے بہتر ہو، جو لوگ ہوس پرستی کو کسی اعلی

مقصد کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہین ان کو "داشتہ" پر اکتفا کرنا چاہیئے، اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کی جسمانی صحت و تندرستی کی بناپر اپنے تئین اسکی خواہشات پر قربان کردیا تو پھر شادی کا اصل مقصود فوت ہوگیا، بے شبہہ انسانی آبادی مین اضافہ ہوگا مگر وہ اتفاقیہ، نسل سے سدھارنے اور سنوارنے کا خیال بھی ذہن مین نہ آئے گا"

نٹشے رشتہ مناکحت کے متعلق حسب ذیل تجاویز پیش کرتا ہے:-

(۱) موروثی جائداد پر زیادہ محصول لگانا چاہیئے اور شادی کے پہلے لوگون کو عرصہ تک فوجی خدمت انجام دینی چاہیئے،

(۲) شادی کے قبل مرد عورت دونون کی جسمانی صحت کا ڈاکٹری معائنہ ہونا چاہیئے اور پھر اسکی تصدیق کلیسا والون سے ہونی چاہیئے،

(۳) جن لوگون کی اولاد ذکور زیادہ ہون ان کو اورون کی بہ نسبت حقوق و اختیارات زیادہ ملنے چاہئین،

(۴) وقتی اور آزمائشی نکاح کا رواج دینا چاہیئے تاکہ زناکاری کا انسداد ہوسکے یا اسکی خرابیون کی اصلاح ہوسکے، ایسی حالت مین اولاد کے حقوق کا پہلے سے خیال رکھنا چاہیئے،

(۵) شادی کے قبل برسرِ اقتدار اشخاص اور پیشوایانِ دین کی منظوری لے لینی چاہیئے،

(۶) کمزور اور اپاہجون کو اولاد پیدا کرنے کا موقع نہین دینا چاہیئے،

نٹشے کا خیال ہے کہ دائم المرض اور نحیف و زار اشخاص کیلئے بچہ پیدا کرنا جرم ہے، ڈاکٹرون کو ذمہ متعدد فرائض ہین جنمین سب سے زیادہ اہم فرض یہ ہے کہ وہ ایسے ناکارون کو اولاد پیدا کرنے کا موقع نہ دین، چونکہ سوسائٹی افراد کی زندگی کی ذمہ دار ہے اس لیے اس کا فرض ہے کہ ناقص زندگی کے لئے (ہمیشہ کے لیے) راستہ مسدود کردے، مریضون کو تندرستون کے برابر حقوق عطا کرنا اور

اور ناکارون پر ترس کھانا درحقیقت اخلاقیت کے چہرہ کا ایک نہایت بدنما داغ ہے،

متحدہ یورپ نٹشے کہتا ہے کہ آجکل یورپ کی سلطنتین صرف اپنے ذاتی مفاد کے لیے سرگرم کار ہین لیکن یہ خودغرضی عرصہ تک نہین رہ سکتی، ایک نہ ایک روز انفرادی مفاد کی بجاے اجتماعی مفاد کا لحاظ کیا جائے گا اور موجودہ تنگ نظری اور پست خیالی دور ہوجائیگی اور تمام اقوام یورپ مین بلند خیالی اور وسعت نظری پیدا ہوجائے گی، اور پھر ایک عرصہ کے بعد تمام دول یورپ ایک ہوجائینگے نٹشے صراحت کے ساتھ یہ نہین کہتا کہ آخر "متحدہ یورپ" کے قیام کی صورت کیا ہے ایک جگہ وہ اپنا خیال یون ظاہر کرتا ہے:-

"روس کی زبردست اور تہدید آمیز قوت ایک روز یورپ کی مختلف سلطنتون کو مجبور کریگی کہ اپنے خانگی اور قومی جھگڑون کو پس پشت ڈالکر متحدہ طور پر اس نیم وحشی ملک کا مقابلہ کرین، مین اس معنی مین "جرمن" نہین ہون کہ طوائف الملوکی اور قومی منافرت کی تحریک ہو جو آج یورپ کے ممالک کو ایک دوسرے سے اجنبی اور بیزار بنائے ہوئے ہے، مین اور میرے ہمخیال صحیح معنون مین "یوروپین" ہین، اور اچھا "یوروپین" ہونا اور یورپ کا خوشحال وارث ہونا فخر و ناز کی بات ہے ۔"

نٹشے کی بلند پروازی اور خیال آرائی کی آخری حد یہ ہے کہ (اس کے خیال کے مطابق) ایک وقت دنیاے خاکی کی حکومت اتنی زبردست اور ہمہ گیر ہوگی کہ یہان کے باکمال اور ذی عقل اشخاص اجرام فلکی پر بھی حکمرانی کرین گے، اور یہ دور اس وقت آئیگا جب کہ اخلاقیت "عقل" کے تابع ہوگی، حکومت کی باگ بااخلاق اشخاص کی بجائے عقلاء کے ہاتھ مین ہوگی، مرد و عورت دونون اقتصادی روسے آزاد و خودمختار ہون گے. قومی تعصب اور تنگ نظری کا نام و نشان بھی نہ رہے گا، اور وہ رقم کثیر جو آج فوجی ضروریات مین صرف کی جارہی ہے، تعلیم (تمدنیاتی تعلیم) اور ایک سائنٹفک

کی ترقی مین صرف کیجائے گی،

مسیحیت کی بیکلی مسیحیت کے متعلق نٹشے کے خیالات قدرے تفصیل کے ساتھ "معارف" کے گذشتہ پرچے مین شائع ہوچکے ہین، اسلیے یہان ان کا اعادہ مناسب نہین معلوم ہوتا، بالاختصار یہ کہنا بس کرتا ہے کہ نٹشے مسیحیت کو اپنے نصب العین "فوق البشر" کے لیے سم قاتل سمجھتا ہے، کیونکہ مسیحیت امیر و غریب، شریف و رذیل، شاہ و گدا، نیک و بد، مریض و تندرست، ضعیف و توانا، سب کو ایک صف مین کھڑا کر دیتی ہے، لیکن "فوق البشر" کی اصل بنیاد امتیازی خصوصیات پر قائم ہے، علاوہ ازین مسیحیت انسان کو ساکن اور منجمد بنا دیتی ہے اور دل و دماغ مین کسی قسم کی جلا نہین بخشتی لیکن "فوق البشر" کے لیے روز افزون ترقی کا سلسلۂ دراز درکار ہے،

سربرآوردہ اشخاص کے اوصاف جیسا کہ اوپر بیان ہوا "فوق البشر" کی راہ کی پہلی منزل سربرآوردہ جماعت (Higher man) ہے، نٹشے کا دعوی ہے کہ یہ زبردست جماعت انسانی ایک یعنی نوع آدم کو "بااخلاق" کی بجائے "ذی عقل" بنا دیگی اور "فوق البشر" کے ظہور کے لیے راستہ صاف کریگی، اس جماعت مین حسب ذیل اوصاف ہونے چاہئین:-

(۱) شریف النفس اور جفاکار ہو،

(۲) خاموش، سنجیدہ اور مستقل مزاج ہو، اور صبر و عزم کے ساتھ اپنے کامون مین مصروف ہو

(۳) اپنے خیالات و جذبات پر پورا قابو رکھے اور مغلوب الاثر نہ ہو،

(۴) خوش مزاج اور سادہ لوح ہو، اور غرور و تکبر سے مبرا ہو،

(۵) ہر قسم کے خطرہ کے لیے سینہ سپر ہو، اور ہر مصیبت کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرے

(۶) حکمرانی کی صلاحیت رکھے اور بوقت ضرورت اطاعت کے لیے بھی تیار ہو، کیونکہ جو فرمانبرداری نہین کر سکتا وہ فرمانروائی بھی نہین کر سکتا، حاکمی و محکومی لازم و ملزوم ہین،

نٹشے اس جماعت انسانی کی خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتا ہے:

"سربرآوردہ جماعت کو شریف النفس ہونا چاہیئے، ظاہرداری، تہذیب، خاموشی اور توقف پسندی اس کے لیے لازمی اوصاف ہیں، یہ جماعت غربت، افلاس اور ہر طرح کے دکھ اور آزار کو برداشت کرنے کے لیے تیار رہیگی، یہ بہت زیادہ خلیق، ملنسار اور حلیم الطبع ہوگی، لیکن ان تمام اوصاف سے بڑھکر اس مین خداداد یا فطری قابلیت ہوگی، اور یہ اپنے مسلک پر کاوشون اور مخالفتون کے باوجود قائم ودائم رہیگی، اس جماعت کی مخالفت وہ لوگ ضرور کرین گے جو عموماً زبردست ہستیون کی راہ مین روڑا اٹکایا کرتے ہین، ایسے لوگ درحقیقت گنوار اور رذیل سے بدتر ہین اور انسانی ترقی وتمدن کے لیے سوہان روح ہین"،

نٹشے کو اس جماعت کی آمد آمد کا پورا یقین تھا اور کہتا تھا کہ مین مستقبل قریب مین ایک جدید دور کی علامات کا مشاہدہ کر رہا ہون، یہ دور "ہیروزم" (شجاعت ودلیری) کو علم وفضل کا جزو لاینفک قرار دیگا، اور لوگ بھی ان علامات کو دیکھتے ہین، مگر یا ان کی عقل نارسا ہے یا وہ کچھ اور معنی پیدا کر لیتے ہین،

جدید اکتشاف | نٹشے کو اپنے اکتشاف پر (سربرآوردہ جماعت کے متعلق) بیحد ناز تھا، اور جس طرح ایک مکتشف فخر وتعلی کے ساتھ کسی جدید دریافت شدہ جزیرہ یا آبادی کا تذکرہ کرتا ہے اسی طرح تمدنیات کا علمبردار نٹشے بھی اپنے اکتشاف کا اس بلند آہنگی کے ساتھ ذکر کرتا ہے:-

"جانیو! تم ہی لوگون کی کوششون پر مستقبل کی بنیاد قائم ہے، تم ہی لوگ "سربرآوردہ جماعت" کے لیے تخم ریزی اور آبیاری کروگے، یہ جماعت ایسی نہ ہوگی جسے تم تاجرون کی طرح زر ومال سے خرید سکو، کیونکہ جس شے کی قیمت ہو سکتی ہے وہ بے قیمت ہے خواہ وہ کتنی ہی قیمتی کیون نہ ہو، تمھین اپنے آغاز پر فخر نہین کرنا چاہیئے، اور یہ نہین دیکھنا چاہیئے کہ کہان سے آئے ہو بلکہ اپنے انجام پر ناز کرنا چاہیئے اور یہ غور کرنا چاہیئے کہ کہان جا رہے ہو،

جانیو! یہ جماعت منہ نہ موڑیگی، پیچھے نہ دیکھیگی ہمیشہ آگے کی طرف نظر رکھیگی، اس جماعت کا پورا پورا حال اب تک دور دراز سمندر کے پار والون کو بھی نہین معلوم ہوا، اس لیے مین تم کو دائمی جستجو اور ابدی تلاش کا حکم دیتا ہون"

خاتمہ | نٹشے نے تمدنیاتی مساعی کا جو نصب العین قائم کیا ہے، اور پھر اسکی جو توضیح وتشریح کی ہے وہ درحقیقت جدت آرائی اور خیال آفرینی کی آخری حد ہے، طائر خیال اس سے زیادہ پرواز نہین کر سکتا تھا، لیکن افسوس یہ ہے کہ نٹشے نے انسانی جد وجہد اور کد وکاوش کا جو مقصد اعلیٰ قرار دیا ہے وہ ایک دور از کار اور بعید الفہم خیال سے زیادہ وقیع نہین معلوم ہوتا، یہ ایک خوش آئند اور دلکش خیال ہے جو تصوریون کے تفنن طبع کا ذریعہ ہو سکتا ہے، مگر عملی زندگی کے لیے کسی طرح کار آمد نہین ہو سکتا، تعجب ہے کہ نٹشے نے یہ نصب العین اس وقت قائم کیا جبکہ وہ خود تصور وتخیل کے لق ودق میدان کو چھوڑ کر دنیائے عمل مین قدم رکھ چکا تھا،

بہرحال "فوق البشر" کی توضیح وتشریح کے سلسلہ مین نٹشے نے بعض باتین کام کی بھی بتائی ہین، خصوصاً سربرآوردہ اشخاص کے لیے جو اوصاف اس نے ضروری قرار دیئے ہین وہ ایسے ہین جنکی اہمیت اور شان مین کسی ذی عقل کو کلام کرنے کی گنجائش نہین ہو سکتی،

معارف:- نٹشے کا نظریہ "فوق البشر" درحقیقت مولانا روی کے جسمانی ارتقار کے بعد روحانی ارتقاء کے بلند تخیل سے نہایت فروتر ہے، مولانا روی نے ٹھیک اسی طرح درجہ بدرجہ جسمانی ارتقار کی انسانیت پر تکمیل کے بعد روحانی ارتقار کی منزلین مقرر کی ہین، نٹشے کا تخیل مادی ہے، اسلیے وہ جنت اسی سرزمین پر دیکھنا چاہتا ہے، اور مولانا کا تخیل روحانی ہے، اس لیے انکی یہ جنت آسمان پر ہے، نٹشے اوسکو عقلی کمال کہتا ہے، اور وہ اوسکو روحانی کمال کہتے ہین

دروزیون کا مذہب،

(از مولوی ابوالجلال صاحب ندوی)

دمشق کے واقعات نے دروزیون کو دنیائے اسلام مین اچھی طرح روشناس کر دیا ہے، معارف کے ایک گذشتہ نمبر مین انکی جغرافی اور تاریخی حالت پر روشنی ڈالی جاچکی ہے، آج ہم کچھ ان کے مذہب کے متعلق بھی عرض کرنا چاہتے ہین،

۱۹۱۲ء مین المقتبس (دمشق) نے ان کے مذہبی صحائف وید، مجلّ معلق، البلاغ والنہایت اور النصیحہ کے اقتباسات شائع کئے تھے، اوران اقتباسات کے ساتھ ساتھ استاذ سلیم آفندی کی غیر مطبوعہ کتاب (حل الرموز فی عقائد الدروز) کا ملخص بھی شائع ہوا تھا، انھین کی مدد سے ذیل کا مضمون تیار کیا گیا ہے،

دروزی اپنے مذہبی صحیفون کو عیب کی طرح چھپاتے ہین، اسلیے یہ صحیفے غیر دروزیون کے لیے تمامتر نادر ہین،

بانی فرقہ دروزی فرقہ باطنیون کی ایک شاخ ہے، اس فرقہ کا بانی مصر کے فاطمی یا عبیدی خلفار کا چھٹا تاجدار الحاکم بامر اللہ ہے جسنے فرعون کے اتباع مین اپنے آپ کو حاکم بامرہ کہنا شروع کر دیا تھا، اس کو غیب دانی کا بھی دعوٰی تھا،

اس سے پہلے کہ آپ آگے بڑھین، ان فرقون کے باہمی تعلق کو سمجھ لین، یہ تمام فرقے شیعیت کی متفرق شاخین ہین، اہل تشیع کے نزدیک ایک امام کے بعد دوسرا امام بطور نص و وصیت کے قائم ہوا، چھ امامون تک یہ امامت بیکے بعد دیگرے سب مین متفق رہی، چھٹے امام جعفر صادق کی دو اولادین ہوئین، موسیٰ رضا اور اسماعیل، تعداد کثیر نے پہلے امام کو مانا، اور ۱۲ کی تعداد پر جاکر امامت کو ختم کر دیا، یہ اثنا عشریہ کہلاتے ہین،

دوسرا فرقہ جسنے اسماعیل کو امام مانا اسماعیلیہ کہلاتا ہے، اسی فرقہ نے بعد کو باطنیہ اور ملاحدہ کا لقب بھی پایا، عبید اللہ نے جسکو مہدی ہونے کا دعوٰی تھا مغرب مین کامیابی حاصل کی، اور پھر اس فرقہ نے مصر پر قبضہ کیا، اور فاطمی

سادات ہونے کا دعوٰی کیا، اسلیے اس خاندان کو عبیدیہ اور فاطمیہ بھی کہتے ہین،

سلاطین فاطمیہ نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے تمام دنیائے اسلام مین داعی مقرر کئے تھے، جو چھپ چھپ کر عجیب عجیب طریقون سے لوگون کو اپنے مذہب مین لاتے تھے، اس خاندان کی چوتھی پشت مین نزار کے بعد اسکی دو اولادون مین سے پہلے نزار کا ولیعہد ہوا، پھر دوسرا ہوا، پہلا مر گیا تھا یا غائب ہو گیا تھا، دوسرا مصر کی فاطمی سلطنت کا فرمانروا ہوا، اور پہلے کی نسبت یہ دعوٰی ہے کہ حسن بن صباح اس کو اپنے ساتھ جبال مین لے آیا، اور یہان سے حسن بن صباح اور اس کے جانشینون کی زیر نگرانی اسماعیلیہ مذہب، یا باطنیہ مذہب کی دوسری شاخ قائم ہوئی،

مصر مین نزار کے بعد منصور تخت نشین ہوا جسکا شاہی لقب الحاکم بامر اللہ ہے، یہ ہندوستان کے محمد تغلق کی طرح عجیب وغریب شخصیت اور متضاد اخلاق وعادات کا آدمی تھا، اس کے احکام گھڑی مین کچھ اور گھڑی مین کچھ ہوا کرتے تھے، رعایا اس سے عاجز تھی، آخر خود اسی کی بہن ست الملک نے جب وہ تنہا پہاڑ پر مین پھر رہا تھا، چپکے سے اس کو قتل کرا دیا،

الحاکم نے جہان اور بدعتین اختراع کی تھین، وہان ایک نئے مذہب کا بھی وہ بانی تھا، اس کا وزیر اس کے اس نئے مذہب کا جبریل بنا اور چند کتابین اس مذہب پر لکھکر ان کو صحف دین کا درجہ دیا، اس نئی شریعت کے داعیون مین سے محمد بن اسمٰعیل نشتکین ایک درزی (خیاط) تھا، جسکی نسبت یہ فرقہ درزی اور جمع کی حالت دروز کہلاتا ہے، اور اس جمع سے واحد کبھی دروزی بناکر بولتے ہین،

۴۰۷ھ مین نشتکین نے حاکم کی الوہیت پر ایک کتاب لکھی جو جامع ازہر مین سنائی گئی، عوام مین سخت ہیجان پیدا ہوا، لوگون نے اس کے گھر کو لوٹ لیا، اسلیے خفیہ طور پر حاکم نے اسے شام مین بھیجدیا، جہان یہ حاکم کی الوہیت کا مسئلہ پھیلانے لگا،

شام مین عراق سے آئے ہوئے تنوخی امرا نے جو باطنی فرقہ کے پیرو تھے اس کی دعوت قبول کرلی،

اور اسی کے انتساب سے یہ دروزی کہے جانے لگے،

سنہ میں تاتاریون کے حملہ مین محمد بن اسمٰعیل مارا گیا اس کے بعد حاکم نے اسکی جگہ پر دوسرے داعی حمزہ بن علی کو مقرر کرکے بھیجا اور وہ وہی اعتقاد پھیلانے لگا جو محمد بن اسمٰعیل پھیلاتا تھا، لیکن اس کو محمد بن اسمٰعیل سے عداوت تھی اسلیے اس نے محمد ابن اسمٰعیل کے متعلق ایسے خیالات پیدا کر دیئے کہ دروزی اس سے نفرت کرتے ہین، اسکو گالیان دیتے ہین، اپنے وقت کا شیطان قرار دیتے ہین کیونکہ اوس نے حمزۂ وقت کی مخالفت کی، اور اس کے حق کو غصب کر لیجانا چاہا تھا، حمزہ بن علی کا لقب دروزیون کی اصطلاح (حجۃ القائم) اور ہادی المستجیبین ہے، اور لفظ حمزہ خود ایک ربانی درجہ ان کے ہان قرار پایا،

دروزی اپنے مذہب کو بہت چھپاتے ہین، اپنے فرقہ کے لوگوں کو وہ دو طبقون مین تقسیم کرتے ہین عقال (علماء) اور جہال (عوام) جہال کو صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ دروزی ہین، ان کو اپنے مذہب سے واقفیت حاصل کرنیکا حق نہین، بڑی مشکلون سے جہال کو عقال کے طبقہ مین داخل ہونے کی اجازت ملتی ہے،

معاشرت دروزی عام طور پر رہتے سہتے عام مسلمانون کی طرح ہین وہ اپنے عقیدہ کو چونکہ بجز خاص خاص لوگون کے ظاہر کرنا پسند نہین کرتے لہذا بظاہر وہ عام مسلمانون سے بہت کم ممتاز نظر آتے ہین،

فقہی معاملات مین زیادہ تر وہ شریعت اسلامیہ کے پابند ہین، مگر ایک سے زیادہ نکاح کرنا ان کے یہان قطعی حرام ہے، اسی طرح اپنی مطلقہ بی بی سے دوبارہ نکاح کرنا بھی حرام ہے، انکی اس رسم نے ان کے پڑوس مین رہنے والے دیگر فرقون پر بھی اپنا کافی اثر ڈالا ہے،

میراث کے قواعد بھی مسلمانون ہی کے سے ہین، البتہ باپ کے گھر سے لڑکی قطعاً محروم ہے، جائداد اگر اپنی کمائی ہوئی ہے تو صاحب جائداد کو حق ہے کہ کل جائداد کو کسی ایک وارث کے حق مین وصیت کر جائے اگر خاندانی جائداد ہے تو اس کو یہ حق حاصل نہین ورثہ مین حسب تخریج جائداد تقسیم ہوگی،

یہی چند باتین ہین جو ان کے طبقہ جہال (عوام) کے لوگون کو دیگر مسلمانون سے ممتاز کرتی ہین ورنہ اپنے عقائد کو وہ اپنے جہال سے بھی اس طرح راز رکھتے ہین جس طرح دیگر فرقون کے لوگون سے مخفی رکھتے ہین،

خدا کے متعلق خیال خدا کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ واحد ہے، قابل تشبیہ اور متصل نہین، اسکی لاہوتیت برابر ایک جسم کے دوسرے جسم مین منتقل ہوتی رہتی ہے، خدا کے ۱۲ مقامات ہین، العلی، البار، ابوزکریا، اعلیٰ، المعلی، القائم، المنصور، المعز، العزیز، الحاکم، یہ سب مگر خدائے واحد ہین، خدا کا ظہور، اتم، نطق، نفس حیات چار مظاہر سے ہوتا ہے یعنی صاحب امر کا نام، اسکی شکل وصورت اس کے فرامین اور اس کے معجزہ کے ذریعہ سے خدا ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ اس "دور علیؑ" کے آخری ناطق یعنی حاکم بامر اللہ کے نام منصور، اسکی صورت، اسکے "سجلات" و "مجالس"، اور اس کے معجزانہ افعال کے ذریعہ خدا کا ظہور ہوا،

انبیا اور اوصیا دروزیون کا عقیدہ ہے کہ دنیا متعدد ادوار سے بنی ہے موجودہ دور کا نام "دور علیؑ" یا "دور حاکمؑ" ہے کیونکہ اس دور کا پہلا وصی "علیؑ" اور آخری مقام ربانی "حاکم" تھا اس قسم کے ۰۰ دور حاکم سے پہلے تک گذر چکے ہین، ہر دور ۰۰ لاکھ برس کا ہوتا ہے اور ہر دور مین ۰ ناطق، ۰ وصی اور ۰ امام گذر چکے ہین اس بنا پر حاکم کے وقت تک ۰ ناطق، وصی، اور امام گذر چکے ہین، اس دور کے ناطق سادس محمد بن عبد اللہ (صلعم) ہے اور ناطق سابع حاکم لامر اللہ،

ہر دور مین ۵ اولوالعزم گذرتے ہین، اس دور کے اولوالعزم یہ ہین،

(۱) مقامات ربانیہ مین حاکم (۲) نطقاء مین محمدؐ (۳) اوصیاء مین علیؓ

(۴) ائمہ مین محمد بن عبد اللہ القداح، (۵) ذومصہ لوگون مین حمزہ بن علی،

قرآن مجید قرآن مجید کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ یہ براہ راست حضرت رسول خدا پر نازل نہین ہوا، بلکہ ہر دور کے ناطق کے ساتھ ایک "ذومصہ" ہوتا ہے اور یہی ذومصہ اس عہد کا صاحب الہام ہوتا ہے، اور وہی ناطق کو سکھاتا ہے، حاکم کے وقت کا ذومصہ حمزہ بن علی تھا، اسکی روح مختلف اوقات مین

حکیم فیثاغورث، حضرت شعیبؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے قالب مین رہ چکی ہے، ناطق سادس کے عہد کے ذومعہ یہی سلمان فارسیؓ تھے، سلمان فارسیؓ کو یہ لوگ حمزہؓ وقت بھی کہتے ہین، قرآن مجید مین جہان نصائح لقمان کا ذکر ہے وہان لقمان سے مراد یہی ذومعہ یعنی سلمان فارسیؓ ہین، اور انھون نے جسکو (یابنیؑ) کہکر مخاطب کیا تھا وہ جناب محمدؐ تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) جناب محمد صلعم (ناطق)، تجلے مقامات ربانیہ مین سے نہ تھے، صرف رسول تھے، رسول کا درجہ اپنے وقت کے امام اعظم یا ذومعہ سے کم ہوتا ہے، مگر حاکم اپنے عہد کے ذومعہ سے برتر تھا کیونکہ وہ ایک مقام ربانی تھا،

شریعت اسلامیہ دروزیون کے مقتدائے اعظم یعنی آخری ذومعہ حمزہ نے اپنے رسالہ دیدمین لکھا ہے کہ ناطق جب آتا ہے تو ایک جدید شریعت لاتا ہے چنانچہ محمد بن عبداللہ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) پرانی شریعتون کو منسوخ کردیا، اسی طرح "مولانا الحاکم البار السلام" نے بھی شریعت محمدیہ کو منسوخ کردیاجائے تجبین سے صدقات عشور، اخماس، اور ہر طرح کے صدقات ساقط کر دیئے گئے، اگر باہم ایک دوسرے کی محافظت ساقط نہین کیگئی،

سجل معلق مین ہے کہ، آنحضرت صلعم کے وقت سے لیکر تمام خلفا نے برابر یہود و نصاریٰ کو مذہبی آزادی دے رکھی تھی، مگر حاکم بامراللہ کو ہر طرح کے تشدد کا حق حاصل تھا اسکی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ یہود و نصاریٰ حاکم بامراللہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ کے صاحب شریعت سے آج تک ہم آزاد تھے، اب کیا وجہ ہے کہ ہماری عبادتگاہین مسمار کردی گئین، ہماری کتابین چاک کردی گئین اور اب توریت اور انجیل کے اوراق مین صابون بکتا ہے، حاکم نے کہا، کیا تم کو معلوم نہین ایک مرتبہ کچھ یہود اور کچھ نصاریٰ آنحضرتؐ کے پاس اسی غرض سے آئے تھے اور انھون نے بھی آپ سے یہی درخواست کی جو تم نے کی، آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ کیا تم میرا انتظار نہ کرتے تھے، انھون نے کہا جس کا انتظار ہم کرتے تھے وہ آپ نہین کیونکہ (۱) اس کا نام احمد ہے آپ محمد ہین، (۲) اسے

ابھی چار سو برس باقی ہین (۳) اور وہ ہمیشہ سے بندھنون کو دور کریگا، آپ کا نام، مدت اور عمل سب ان نشانیون کے خلاف ہے، اس پر آنحضرتؐ نے یہود و نصاریٰ سے ۴۰۰ برس تک کیلئے معاہدہ کرلیا کہ اچھا، ۴۰۰ برس تک انتظار کرو، اگر وہ موعود ۴۰۰ برس کے بعد بھی ظاہر نہ ہو تو اس وقت کے امام کو حق ہے کہ تمام یہود و نصاریٰ پر جبر کرکے اپنی ملت مین داخل کرے، اسلیے اب یہود و نصاریٰ کے ساتھ نرمی اور سہولت برتنے کا حکم باقی نہ رہا"

فرشتے اور شیطان دروزیون کے عقائد فرشتون، ابلیسون اور جنات کا وجود تسلیم نہین کرتے، حمزہ بن علی نے رسالہ ویدمین (ملائکہ مقربین) کو مستجیبین کا نام بتایاہے، ابلیس کوئی چیز نہین ہے ہر وہ شخص جو کسی کا نظیر بننا چاہے ابلیس ہے، چنانچہ حاکم بامراللہ کا ہر مخالف ابلیس تھا، امام اعظم یا ذومعہ کا مخالف ابلیس ہے، عہد حاکم کا ابلیس محمد بن اسماعیل درزی تھا، جسکا لقب نشتگین بھی تھا، (جن) عام داعیون کا نام ہے، ان سے بڑا درجہ ماذونون کا ہے، جنکو (جن) کہاجاتا ہے (انس) خاصکر مستجیبین کا نام ہے، حمزہ بن علی کا مد مقابل ایک اور شخص تھا جسکا نام برذعی ہے، برذعی اپنے وقت کا فرعون تھا، دروزیون کے نزدیک فرعون کوئی بہت بڑا آدمی نہین تھا، بلکہ وہ اپنے عہد کا "داعی وقت" تھا جسے قدرت نے اصلاح کیلئے مبعوث کیا تھا، لیکن بدقسمتی سے ناطق وقت کے آنے مین دیر لگ گئی اور اس نے غلط فہمی کی بناپر دعویٰ کردیا کہ "انا ربکم الاعلیٰ" مین تمھارا بڑا رب ہون، "یعنی امام اعظم ہونؐ۔ برذعی کا دست و بازو کوئی شخص علی بن الجبال تھا، اس کے متعلق دروزیون کا عقیدہ ہے کہ وہ اپنے وقت کا ہامان تھا،

قیامت و معاد جنت و دوزخ کے تصور کے ساتھ ساتھ دروزی تناسخ کے قائل ہین، تناسخ کا نام انکی زبان مین نقص ہے، ان کا خیال ہے کہ انسان کی روح جب چولا بدلیگی تو انسانی ہی ہوگی کچھ اور نہین ہوسکتی عقال (طبقہ علما) مین سے جب کوئی مرتا ہے تو ان کا گمان ہے کہ اسکی روح چین مین چلی جاتی ہے

دیوار چین کے اس پار اودیا کی وادیوں میں رہا کرتی ہیں

علامات قیامت | حاکم جب قتل کر دیا گیا تو حمزہ بن علی نے ایک رسالہ تصنیف کیا اور اسکو جامع ازہر کے دروازون پر لٹکوا دیا تھا، اس رسالہ مین اسنے بتایا تھا، اور یہی اعتقاد دروزیون کا اب تک ہے کہ

"حاکم مرا نہین، ایک رات بر کز رقا مین گیا اور وہان سے زندہ آسمان پر چڑھ گیا اور اب تک زندہ ہو"

دروزیون کو انتظار ہے کہ عنقریب جب قیامت شروع ہونے والی ہوگی یاجوج وماجوج جو بہت اچھے، شریف اور نیک لوگ ہین ۲۵ لاکھ کی تعداد مین مکہ معظمہ مین آئین گے، اور حاکم بامراللہ رکن یمانی کے پاس ان کے اوپر اپنی تجلی کو ظاہر کرے گا، اور حاکم کے ظہور ثانی کے ساتھ ساتھ حمزہ بن علی کا بھی ظہور ہوگا حاکم کی تلوار حمزہ کے ہاتھ مین ہوگی، اور وہ تمام بے دینون کو ہلاک کر کے سب سے جزیہ لے گا، یہود امت محمد سے بھی جزیہ لے گا،

فرائض مواجبا | دروزیون کے مذہبی فرائض ۴۹ ہین ۷ فرائض ذات باری کی معرفت سے تعلق رکھتے ہین ۱۰ فرائض توحید ہین ۱۰ فرائض دین اور ۲۰ فرائض امام ہین ۴ فرائض دین ۱۰ اعتقادات ربانیہ اور ۴ مظاہر باری کو سمجھنا اور جاننا، فرائض توحید یہ ہین، معرفت باری، توحید مولی معرفت امام، معرفت روحانیین، زبان روکنا، ایک دوسرے کی محافظت کرنا، معدوم کی عبادت نہ کرنا، رضا، تسلیم، شیاطین وقت سے تبرا، فرائض دین ۱۰ ہین جو اہل ملت کے حقوق اور مواجب دینیہ کئے جاتے ہین، مراسم نفاس، مراسم شادی، اور مراسم دفن وکفن مین شرکت، قبول دعوت، عیادت مریض، قبول معذرت، لوگون کی حاجت روائی کمزورون کے ساتھ بھلائی، اہل ملت کی اعانت اور ان کے دشمنون سے عداوت رکھنا،

فرائض امامیہ کی ۴ قسمین ہین (۵) اسامی (۵) طبائع (۵) خصائص (۵) منازل کو جاننا اور سمجھنا

اسامی علت اول، سابق حقیقی، امر ذومعہ، ارادہ

طبائع حرارت عقل، قوت نور، سکون تواضع، برودت حکم، لیونت ہیولی،

منازل جسمانی، جرمانی، روحانی، نفسانی نورانی،

خصائص (۱) اعمد لمن ابدعنی من نورہٖ، (۲) وایدنی بروح قدسہ (۳) وخصنی بعلمہ (۴) وفوض الی امرہ (۵) واطلعنی سرہ،

جو شخص ان تمام اسامی، طبائع، خصائص اور منازل کو سمجھ لے اور مان لے اور بقیہ ۴۴ فرائض علمی وعملی پر کاربند ہو جائے، وہی اصلی "عاقل" اور "مستجیب" اور "موحد" ہے،

قبول مذہب کا طریقہ | قبول مذہب کا یہ طریقہ ہے جب جہال (عوام) مین سے کوئی موحدین اور مستجیبین کے گروہ مین داخل ہونا چاہتا ہے، تو پہلے ایک مدت تک اسے موحدین کو راضی کرنے کی کوششین کرنی ہوتی ہین، اس مدت کی مقدار ۲ برس سے کم نہین ہو سکتی، یہ مدت پوری کرنے کے بعد اسکو امام سے ملایا جاتا ہے اس کے بعد امام اسے راز داری اور کتمان سر کی وصیت کرتا ہے پھر اس سے ایک تحریری معاہدہ لیکر اس کو جماعت مستجیبین مین داخل کر لیا جاتا ہے، اس معاہدہ کا نام میثاق الی النساء ہے،

ترجمہ میثاق

مین نے اپنے مولی حاکم پر بھروسہ کیا جو احد ہے، فرد ہے، صمد ہے، جوڑ اور عدد سے منزہ ہے فلان ابن فلان نے ایسا اقرار کیا ہے جسے اس نے اپنے اوپر واجب قرار دے لیا ہے اور عقل و بدن کی صحت کے ساتھ، اور اپنی مرضی سے، بغیر کسی جبر واکراہ کے اس نے اپنی روح سے اعتراف کر لیا ہے کہ وہ تمام مذاہب، تمام مقولون، تمام ادیان اور تمام اعتقادات سے بیزار ہے، مولانا الحاکم جل ذکرہٗ کی طاعت کے علاوہ وہ کسی بات کا قائل نہین، طاعت ہی کا نام عبادت ہے، وہ اسکی عبادت مین گذشتہ، موجودہ، اور متوقع لوگون مین سے کسی کو شریک نہین کرتا، اس نے اپنی روح اپنا جسم، اپنا مال اپنی اولاد سب کو مولانا الحاکم جل ذکرہٗ کی سپردگی مین دیدیا، اور اس کے تمام احکام سے راضی ہے، خواہ وہ احکام مضر ہون یا مفید کسی قسم کا اعتراض نہین، اسکے افعال برے معلوم

ہون یا بھلے کسی کو ناپسند نہین کرتا، اگر کبھی وہ مولانا الحاکم جل ذکرہٗ کے دین سے منحرف ہو جسے اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور اپنی روح سے جسکا اقرار کرا لیا، یا اگر وہ غیرون پر اسکو ظاہر کرے یا اس کے احکام کی مخالفت کرے تو وہ باری معبود، سے بری ہو گا اور تمام حقوق سے محروم اور البار العلیٰ کی جانب سے ہر عقوبت کا مستحق ہو گا، اور جسکو اس بات کا اقرار ہے کہ مولانا الحاکم جل ذکرہٗ کے سوا آسمان مین کوئی معبود نہین اور دنیا مین کوئی امام موجود نہین، وہی موحدین فائزین سے ہے، یہ میثاق مولانا الحاکم جل ذکرہٗ اور اس کے بندہ حمزہ بن علی بن احمد ہادی المستجیبین، المنتقم من المشرکین والمرشدین بسیف مولانا جل ذکرہ کے سنین مین سے فلان سنہ کے فلان ماہ کی فلان تاریخ مین لکھا گیا،

گلِ رعنا

از جناب مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جس مین اردو زبان کی ابتدائی تاریخ اور اسکی شاعری کا آغاز اور عہد بعہد کے باکمال اردو شعراء کے صحیح حالات اور ان کے منتخب اشعار اور ان کے ہر قسم کے کلام کے نمونے درج ہین اور اب دار المصنفین اعظم گڈھ نے شائع کیا ہے، لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ اعلیٰ ضخامت ۵۰۰ صفحے قیمت صہ

منیجر

مرج البحرین شرح فارسی دیوان حافظ کا پورا تواردُ

از

جناب حافظ احمد علیخان صاحب ناظم کتب خانہ ریاست رامپور

کتبخانہ مین ایک شرح دیوان حافظ کی فارسی زبان مین ہے، تقطیع کتابت ½۸×½۴ انچ سطرین ۱۵ صفحات ۷۷۴ ہین نہایت بدخط اور غلط نسخہ ہے،

آغاز کتاب :-

زلطفِ نون خرامد خامۂ ما، | چو ذو النون سجدہا اوردبرجا
مع التسبیح والتہلیل اللہ | کند بر ساحت کاغذ تماشا

. . . .

پس آنکہ سر دکن بر نفس ختمی | زلطف خویش رغبت ہائے دنیا،

حمدے کہ از سرچشمۂ اخلاص خیزد وشکرے کہ ذوی الاختصاص ریزد در حضرت واہب العطایا لا زیبد

حمد و نعت کے بعد اپنے پیر شاہ عبد اللہ کی مدح نظم مین لکھی ہے، ان بزرگ کو گجرات کا بتایا ہے

قطب عالم ز ملک تا ملکوت | واقف کارخانۂ جبروت
زین سہ منزل چو کرد پیش خرام | مرغ لاہوت را گرفتہ بدام
شاہ عبد اللہ آن ستودہ خصال | از مکارم خصال مالا مال
پاک کیشے علی طریق ابیہ | بر سر دین و شرع گشتہ وجیہ
خادمان حریم آن درگاہ | وحدہٗ لا الٰہ الا اللہ
ہر ہمہ چون ستارۂ فلک اند | بلکہ در بندگی ہمہ ملک اند

ملک گجرات زان نکوکیشان　　　سید خلق راز کم نشان

ختمی از کمترین ایشان است　　　خاک اقدام پاک کیشان است

پھر حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری اور حضرت سید عبد القادر جیلانی کی منظوم مدح علیحدہ علیحدہ لکھی ہے، دیباچہ مین کہتا ہے :-

بر نقادان سیر فصاحت و جوہریان بازار فضل و براعت پوشیدہ نیست کہ گوہر سخن فی حد ذاتہ گران بہا است، وکلام منظوم فی نفس الامر گوہر با صفا است، در دکان سطاعے از و بلند پایہ تر نتوان خرید، و بضاعتے از و گران مایہ تر نتوان دید، صراف خرد را نقدے از و عزیز تر بدست نیاید، و نقاش فطرت را صورتے از و زیبا تر در پردۂ خیال روئے نہ نماید، قدر این در شاہوار نداند الا جوہری کامل، و رتبہ این نقد تمام نشناسد الا صیرفی عامل،

گر بدے گوہرے ورائے سخن　　　او فرود آمدے بجائے سخن

اما تفاوت اسالیب و تباین تراکیب بحسب رعایت محسنات است از فصل و وصل و تعریف و تنکیر، و تقدیم و تاخیر، و ابہام و توضیح و کنایت و تصریح، و ایجاز و اطناب و سائر وجوہ بلاغت و از آنہا و از شعرائے عجم آنکہ سمند خوشخرام فکرت در میدان فصاحت دوانیدہ و گوئے سخنوری بچوگان بلاغت بجائیکہ مقصود رسانیدہ ذات ملکی صفات. . . . . حافظ شیرازی بودہ،

شعر حافظ از ہمہ اشعار بر من مشکل است　　　ہمچو حافظ دیگرے را نام بردن مشکل است

آصفی ہر چند مضمونہائے دارد چیدہ　　　لیک چون اشعار حافظ شعر گفتن مشکل است

نعمتم کاشی و سقا خود چہ گویم پیش او　　　گردن از خار مغیلان کار سوزن مشکل است

ہاتفی شاہی چہ باشد پیش، آن سلطان قوم　　　ہر دو سرا را نہادن نام سوسن مشکل است

گرچہ حلوائی بنانش می پزد حلوائے خویش　　　حنظلے را لذت خربوزہ دادن مشکل است

شاعران را پیش آن سیف خدا ختمی مدام　　　زانکہ کار جید فولاد زاہن مشکل است

اس کے بعد لکھتا ہے کہ پیر کی خدمت مین مین کسطرح پہنچا، دو بار خواب دیکھا ان تمام واقعات کو مثنوی مین منظوم کیا ہے، کہتا ہے :-

چون این احقر اصناف انسان و تراب اقدام دوستان سیف الدین ابو الحسن عبد الرحمن بن سلیمان از عنایت ازلی و ہدایت لم یزلی بصحبت پیرے روشن ضمیرے کہ مرشد غیبی و ہادی لاریبی باشد رسید،

اس کے بعد منظوم مثنوی نصیحت اور مناجات مین ہے، پھر کہتا ہے کہ اس سانحہ (خواب) کے بعد میرے ضمیر کو ضیا حاصل ہوئی تو خدمت مخدومی و جدی استاد اعلام العلوم و مرشد طریق المعلوم سیاح البحور میان سعد اللہ المشہور بفضائل کسبی و آداب حسبی بہرہ ور ہوا،

آگے بیان کرتا ہے کہ ۹۹۵ھ مین میان سعد اللہ کا انتقال ہو گیا تو مخدومی و مولائی بحر المحقق و حبر المدقق اپنے چچا زاد بھائی شیخ منور سے تحصیل علم کی، شیخ منور گوالیار مین قید تھے، اور مین نے وہان ان کے پاس رہکر علم حاصل کیا، ان شیخ منور کی تصنیف سے تنظیم الدرر نامی تفسیر بھی بتاتا ہے، اور اس واقعہ کو بھی منظوم کیا ہے

حبذا اے دل کہ اینک عید رمضان آمدہ　　　بندیان را گاہ آزادی ز زندان آمدہ

از پئے تکمیل نعمت حبس مخدوم الانام　　　گوئیا از حکم شاہنشاہ دوران آمدہ

حضرت شیخ المشائخ آنکہ او چون نام خویش　　　شد منور در جہان چون مہر تابان آمدہ

مرکز علم اصول و مرجع علم فروع　　　فی علوم کلہا چون بحر عمان آمدہ

صاحب تفسیر تنظیم الدرر در قید و حبس　　　بے مراد ش این چنین تفسیر قرآن آمدہ

ہر کہ روزے چند در درسش پئے تعلیم شد　　　درگہ او قبلہ گاہ خان و سلطان آمدہ

من کہ سالے چند در حبسش بخدمت بودہ ام　　　حاصلم شد رتبہ کان فخر سلیمان آمدہ

الوداع اے شہر گوالیار چو کہ از قول رسول　　　خواہش خاک لہاور م ز ایمان آمدہ

الوداع اے روضۂ غوث الانامی الوداع　　　　نخل پاکت و تخم نقش دل و جان آمدہ

وصف آن نیکہ گرد گوشہ‌اش آسودہ‌اند　　　　برتر از تحسین و مدح شعر گویان آمدہ

بندگی میان مبارک آنکہ در ہر دو فریق　　　　وارث پیغمبران و خاص ایشان آمدہ

کمترین خفتگان باشد چو میان آن مین　　　　کز بزرگی خویش در صف بزرگان آمدہ

پھر کہتا ہے کہ میرے والد محمد سلیمان کو باوجود فضائل معقول و منقول فن شعر مین بھی دستگاہ تھی، مگر بوجہ کسر نفس شعرا کے زمرہ مین داخل ہونا پسند نہ تھا، باغ و صحرا مین جاتے تھے اگر کوئی شعر موزون کیا تو پتون پر درخت کے لکھ لیا، ان پتون کو جمع کر کے مین نے دیوان مرتب کیا، تخلص بھی ان کا سلیمان تھا، ایک انکی غزل بھی لکھی ہے جسکا مطلع ہے،

دو رخسارت از ان لالہ اند چو لعل بدخشانی　　　　کہ خون عاشقان بس ریختی اے دلبر جانی

محمد سلیمان کی وفات ۱۰۲۱ھ مین ہوئی ہے تاریخ وفات منظوم لکھی ہے، لاہور اپنے وطن کی تعریف مین بھی ایک قطعہ لکھا ہے،

پھر کہتا ہے کہ یہ شرح دیوان حافظ بطور مسودہ کے ایک مدت سے پڑی تھی، عہد جہانگیر مین کچھ لکھا تھا جہانگیر کی تعریف مین ایک قطعہ بھی ہے، ۱۰۳۷ھ مین شاہجہان تخت نشین ہوا تو اس شرح کو صاف کر کے کتاب کی صورت مین مرتب کیا شاہجہان کی مدح مین ایک طویل قصیدہ ہے، اور اس کے بعد شرح دیوان حافظ شروع کی ہے، شرح کو اس طرح شروع کیا ہے،

"آغاز کتاب بنام رب الارباب، ابتدا بکنم سلوک عرفان"، و گفتگوئے عارفان را باسم خدائے باسمی تا تعلیل یا بدین معما، کہ ظرفا گفتہ اند و لالی آبدار بالماس نطق بر نیوجہ سفتہ اند،

الہ اکبر چہ معما است این　　　　اسم مگو عین مسمی است این،

چنین خدائے کہ روزی دہندہ مومنان راست و کافران را در دار دنیا، یعنی باطنیان را و ظاہریان

[illegible] روزی باطنیان معارف حقائق و شہود و تجلیات است در روزی [illegible] است، و دہندہ مومنان است نہ کافران در دار عقبیٰ کہ دار ثبت برائے ظہور جزا و سزا، یعنی اہل عرفان را در آن جہان بلقائے ذات معبود و وسترد جود مشرف گردانند و اہل ظاہر را بہ گرد آن نگردانند کہ لقائے ذاتی خاصہ اہل عرفان است، و من کان فی ہذہ اعمیٰ فہو فی الآخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلا در بیان شان است،

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا　　　　کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

دانا و آگاہ باش اے رفیق کہ الا حرف تنبیہ است و یا حرف ندا و ایہا کلمہ ایست کہ معرف بلام را بوساطت آن کلمہ ندا کنند و اقبالش بسوئے خود طلبند (الیٰ آخرہ)

(ق ۲۵) دو چشم من ہمہ شب جوئے بار باغ بہشت　　　　خیال نرگس چشم تو بیند اندر خواب

آنچہ قلیل البضاعت از مخدومی و والدی شنیدہ و آنچہ از اساتذہ کبار بسمعش رسیدہ آن است کہ دو چشم مبتدا موصوف است و جوئے بار باغ بہشت صفت او بہ تقدیر حرف رابطہ و مصراع ثانی خبر مبتدا

(ق ۲۶) اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گل بیز است　　　　ببانگ چنگ مخور مے کہ محتسب تیز است

شراب اینجا کنایت از عشق و صحبت است کہ مال اہل مودت است باد معرفت در اینجا کنایہ از سالک است، الخ

دوش دیدم کہ ملائک در میخانہ زدند　　　　گل آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

دوش شب گذشتہ و اینجا کنایت از عالم غیب است کہ مقام شاہد لاریب است و سالک از آنجا بدین نشاط کہ عالم شہادت است نزول کردہ، الخ

اگر شراب خوری جرعہ فشان بر خاک　　　　ازان گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک

جرعہ آن قدر آبے کہ فرو بردہ شود، خاک زمین اگوش ہوش نیوش اے صاحب تمکین کہ مراد

از خاک درین مقام ابنائے آدم انوالہ،

برادر دل از مادر دہر اے فرزند   بانصف انیز شتہ ہر ش در بیو ...،

بے قلب ندانی کہ چنین نقادی   چون جادہ اگر شوی ز رود نیش سند

مادر دہر در معنی بیضے ہجا از دست از دنیا در معنی معمائے عبارتست از نفس آن کلمہ لے بر نا، الخ

اسی قطعہ پر شرح ختم ہے، خاتمہ میں مصنف قلم کی تعریف منظوم لکھکر کہتا ہے،

وچون درسال بست وششم از الف ثانی تسوید این کارگاہ مانی بہ پایان رسید سروش غیبی دلہم

واری درسال تاریخش این قطعہ بگوش ہوشم فرو خواند وچون نقش نگین ماند،

سودت بلطفہ چو مرج البحرین   گفتا فلکم بدین لطف کس نیست ؟

تاریخ سواد او چہ پرسی از دل   تکرار کنی چو نام او را بس نیست

تاریخ سواد او بوجہ دیگر   بنگر کہ بود ز نقش مانی خوشتر

چون از سواد نوک قلم گشت سخن ست   تاریخ آن سواد دل از خاطرم بجست

... بگوش من آمد ندا ز غیب   چون در جمل حساب نمودم شد آن درست

یعنی طلب ناز عزیزان روزگار   تحسین آن سواد کرا و خاطرت برست

گر دانکہ غلط نمایند زان میان   صابون اجتہاد ز دہ باید شست

شکر خدا کہ از مدد بخت کارساز   این نامہ بقامت من ہیچو جامہ ست

ہر شور بر تنت شود از صد زبان حق   نامی بر دن منت یک شعر کان تست

ختمی بیا و بگذر از این ماجرائے ذوق   تم الکلام شد قلم رفتہ رفتہ ست

گو کاتب نے مرج البحرین لکھا ہے، مگر مرج البحرین کے عدد ۱۳۰ ہین ان کو دو بار کہا تو سنہ ۱۰۲۶ھ مکمل آئے،

خلاصہ یہ ہے کہ مرج البحرین شرح دیوان حافظ کے مصنف کا نام سیف الدین ابو الحسن عبد الرحمن

بن سلیمان بن سعد اللہ ہے تخلص ختمی ہے، جہانگیر کے عہد مین شرح لکھی اور شاہجہان کے عہد مین ۱۰۲۶ھ

مین اوسکو صاف کیا،

اب شرح دیوان حافظ مصنفہ مولانا سید محمد صادق علی صاحب رضوی لکھنوی مطبوعہ نولکشور

پریس لکھنؤ دسمبر ۱۸۷۶ء ملاحظہ ہو، شرح کے صفحات ۸۰۴ ہین، آغاز کتاب یون ہے:-

اے بنام تو ابتدائے سخن،   اولین وصف انتہائے سخن،

اما بعد میگوید سید محمد صادق علی رضوی نسب حنفی مذہب کہ حضرت خواجہ حافظ شیراز در

غزل گوئی سبقت از اقران و امثال ربودہ ... حسب الحکم منشی نولکشور ... بشرح این

ذرۂ فاخرہ پرداختم و باعانۃ اللہ در عرصہ چند ماہ بطرز معہود در حیز تحریر آوردم امید از ناظرین

بالانصاف چنان است کہ اگر بجائے خطائے یابند، الخ

اس کے بعد شرح شروع کی ہے،

پہلا شعر مطبوعہ شرح مین صفحہ ۱۰ پر ہے، اسکی شرح کا مقابلہ مرج البحرین کے اول شعر سے کیجئے،

مین نے جسقدر شعر مرج البحرین سے بطور نمونہ لکھے ہین اور انکی شرح کے چند الفاظ بھی لکھدئے ہین انسے مقابلہ

کرنا چاہیئے،

دوسرا شعر مرج البحرین کا شرح صادق علی مین صفحہ ۹۵ پر ہے، والدی کی جگہ از حفظی واستادی لکھاہے،

تیسرا شعر ،، ،، ،، صفحہ ۱۰۰ پر ہے، چوتھا شعر شرح صادق علی مین ۱۰۹ پر ہے،

پانچوان شعر ،، ،، ،، صفحہ ۱۷۲ پر ہے،

چھٹا شعر ،، ،، ،، صفحہ ۲۴۶ پر ہے،

اب شرح کے الفاظ کا مقابلہ کریجئے ایک حرف کا فرق نظر نہین آئے گا، مرج البحرین

مین مصنف نے جابجا اپنا کلام منظوم لکھا ہے، شرح صادق علی مین بجائے ختمی تخلص کے ہر جگہ غالب

تخلص ہے، اول سے آخر تک مرج البحرین اور شرح سید صادق علیصاحب مین ایک لفظ کا فرق [illegible]
نہین آتا، صرف مرج البحرین کا دیباچہ اور خاتمہ نہین ہے، جابجا مرج البحرین کے مصنف نے اپنا [illegible]
لکھا ہے، مگر اسکی جگہ شرح صادق علی مین صادق علی صاحب کا نام موجود ہے،

شعرا کے کلام مین مصرعون کا اکثر اور شعرون کا کمتر توارد ہوتا ہے، مگر یہ نثر و نظم دونکا [illegible]
عجیب وغریب ہے، فاعتبروا یا اولی الابصار،

تلخیص و تبصرہ

چین کی موجودہ بیداری
اور
اسکے اسباب،

ہمارے پاس چین کی مصدقہ خبرین حاصل کرنے کے ذرائع موجود نہین، اور وہان کے جو کچھ حالات
یورپ کے ذریعہ سے معلوم [illegible] ہوتے ہین وہ اسلیے قابل اطمینان نہین کہ وہ خبرین اپنے خاص مصالح پیش نظر
رکھکر پہنچائی جاتی ہین، لیکن اگر کبھی اتفاقاً کوئی چینی اپنے ملک کی داستان خود سنائے تو وہ یقیناً لائق
التفات ہے، چنانچہ ابھی حال مین انقلاب چین پر ایک چینی اہل قلم پروفیسر کاؤ دہ کا ایک مختصر مقالہ شائع
ہوا ہے، پروفیسر کاؤ دہ اس وقت نانکنگ یونیورسٹی کے ناظم اعلیٰ یعنی چانسلر ہین، اور [illegible]
یورپ کے کسی رسالہ مین شائع ہوا تھا، "الہلال" مصر نے اپنے مارچ کے نمبر مین اس کا خلاصہ [illegible]
ہم اسی خلاصہ کی تلخیص ذیل مین پیش کرتے ہین:-

چین مین غیر ملکیون کے قدم جمانے پر کے واقعات کی وضاحت کرتے ہوئے مضمون نگار لکھتا ہے:
"چینیون کی ہلاکت کا باعث ۱۸۴۲ء کا وہ معاہدہ ہے، جسکے رو سے غیر ملکیون کو چین مین مخصوص
امتیازات حاصل ہوئے اور ان امتیازات کی بنا پر چین مین غیر ملکیون نے وہان کے باشندون
پر نمایان تفوق حاصل کر لیا، اس معاہدہ کی ایک اہم دفعہ یہ تھی کہ غیر ملکیون کو حق حاصل ہے، کہ وہ
چین کے حدود مملکت مین سواحل سمندر پر آباد ہون اور اس مقبوضہ رقبہ پر چینیون کی حکومت کا کوئی

اثر تسلیم نہ کیا جائے گا، بلکہ اس [illegible] غیر ملکیون کی اپنی حکومت قائم ہوگی جسمین حکومت کے تمام شعبے مثلاً پولیس، عدالت وغیرہ [illegible] ہونگے [illegible] اسی معاہدہ کے مطابق ساحل پر غیر ملکیون کی حکومت قائم ہوئی جسمین چین کی مرکزی حکومت چین کو اس حکومت کے کسی معاملہ مین مداخلت کرنیکا کوئی حق حاصل نہین

علاوہ ازین غیر ملکیون سے اور دوسرے معاہدے بھی ہوئے ہین مثلاً ایک معاہدہ یہ ہے کہ مقبوضات برطانیہ سے جو چائے مملکت چین مین آئیگی، اس پر چائے کی قیمت کے تناسب سے ۵ فیصدی سے زیادہ ٹیکس نہین لگایا جاسکتا، اور دوسری طرف انگریزون کو یہ حق حاصل ہے کہ چین سے جو چائے انگریزی حدود مین بھیجی جائے اس پر جو ٹیکس لگایا جائے وہ چائے کی اصل قیمت سے ۳۰ گنا زیادہ ہوسکتا ہے

ایک دوسری جگہ مقالہ نگار نے چین کی بیداری کے اسباب بیان کئے ہین جسکا ماحصل یہ ہے کہ چینی طلبہ بہ تعداد کثیر یورپ اور امریکہ کی مختلف یونیورسٹیون مین حصول تعلیم [illegible] گئے، انھون نے ملک سے باہر قدم نکال کر ایک نیا عالم دیکھا، اور جدید تہذیب و تمدن اور زمانہ کی موجودہ رفتار دیکھکر ان کے دلون مین اپنے ملک کو ترقی دینے کا ولولہ پیدا ہوا، اور اس طرح غریب الوطنی سے حب الوطنی کے مقدس جذبات لیکر اپنے ملک مین واپس آئے اور پھر اسے ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچانے کے ذرائع پر غور کرنے لگے، جب انھون نے ملک پر گہری نظر ڈالی تو انھین اس کے تنزل کے دو اسباب نظر آئے، ایک ملک مین نظام شاہی کا وجود، دوسرے ملکی زبان کی کم بضاعتی، چنانچہ انھین سب سے پہلے اپنی سرگرم کوششون کے بعد ۱۹۱۲ء مین ملک مین نظام جمہوریت قائم کرنے مین کامیابی ہوئی، اس کے بعد زبان کے مسئلہ پر توجہ کی، قدیم چینی زبان کی کم بضاعتی یہ تھی کہ جو زبان ملک مین رائج تھی اس مین یہ صلاحیت موجود نہ تھی کہ اسے تحریری پیراہن سے آراستہ کیا جاسکے کہ اس زبان کے لیے کوئی طریقۂ کتابت کبھی معرض وجود مین آیا ہی نہین تھا، اور دوسری طرف وہان جو زبان لکھی جاتی تھی جس مین وہان کتابین اور اخبار و رسائل شائع ہوتے تھے وہ عامۃ الناس کی زبان سے بالکل مختلف تھی، دونون زبانون کے تفاوت کو ظاہر کرنے کے لیے

کہا جاسکتا ہے کہ مثلاً آج یورپ کی موجودہ زبانون اور لاطینی مین جو تفاوت ہے وہی تفاوت چین کی ان دونون زبانون مین تھا، اسلیے گویا وہان گفتگو و تکلم کے لیے دوسری زبان تھی اور کتابت کے لیے دوسری، اسلیے جب تک کوئی شخص دونون زبانون سے واقف نہ ہوتا، وہ صرف ایک زبان حاصل کرکے دوسری زبان سے فائدہ نہین اٹھا سکتا تھا، اور علاوہ ازین اس تحریری زبان کی تحصیل اس قدر دشوار تھی کہ کہا جاتا ہے اگر اسکی تحصیل کیجاتی تو کم ازکم پندرہ برس مین انسان پوری طرح سے ماہر ہوسکتا تھا، اسلئے نوجوان چینی اس دشواری کے حل کرنے مین مصروف ہوئے، اور بہت جلد اس مین بھی کامیاب ہوگئے، اس دشوار گذار مرحلہ کو یون طے کیا گیا کہ پکنگ کالج کے پروفیسر ڈاکٹر سوہوہ نے وہان کی عام فہم زبان کو جسمین ملک کے عام باشندے گفتگو کرتے ہین، ضبط تحریر مین لانے کے لیے جدید طریقے وضع کیے اور اس طرح وہ زبان، تحریری زبان بنگئی،

جب زبان کا مسئلہ یون حل ہوا تو پھر نوجوانان چین نے ملک کو شاہراہ ترقی پر لانے کی کوشش شروع کی، پہلے انھون نے نشر تعلیم کے لیے متعدد انجمنین قائم کین، جنکے زیر اہتمام مزدورون اور عام باشندون کو شب کے وقت تعلیم دیجاتی، اس طرح رفتہ رفتہ مزدورون کی بڑی تعداد تعلیم یافتہ ہوگئی، جب ملک مین تعلیم کی عام اشاعت ہوگئی تو نوجوانون نے ملک کو بیدار کرنے کے لیے [illegible] جاری کیے، چنانچہ اسی جدید تحریر مین بیک وقت ۰۰۰ ۱ اخبارات جاری ہوگئے، اور یہ تعداد ان اخبارات کے علاوہ ہے جو بیشتر قدیم زبان مین نکلتے تھے، پھر ان اخبارات نے بھی زبان کی جدید اصلاح قبول کرلی، اور وہ سب بھی اسی زبان مین نکلنے لگے، اور اس تغیر سے انکی اشاعت مین بھی کافی اضافہ ہوگیا، چونکہ ملک مین تعلیم کی عام نشر و اشاعت ہوچکی تھی، اسلئے وہان کے مزدور، کاشتکار اور عام باشندون کو اخبارات سے گہری دلچسپی پیدا ہوگئی، بلکہ وہان کے عام طبقہ مین یہ خیال پیدا ہوگیا کہ ملک مین اخبارات کے پڑھنے والون کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیئے، اور اس مقصد کے حصول کے لیے مزدورون

[illegible] وقف کئے گئے جنمین [illegible] پڑھنے کے لیے ڈالدیے جاتے ہین، تاکہ غریب اور نادار جنمین [illegible] خریدنے کی استطاعت نہین ان سے مستفید ہو سکین،

ملک مین [illegible] اخبارات سے [illegible] گہری دلچسپی سے ارباب حکومت بھی متاثر ہوئے، اور ارباب سیاست کی نظرون مین ملک کی رائے عامہ کی وقعت پیدا ہوگئی، اور وہان کی داخلی سیاسیات مین ان اخبارات کی آواز پر توجہ ہونے لگی، اور رائے عامہ اس قدر باوقعت ہوگئی کہ جب فرسائی کانفرنس مین چین کے نمایندے شریک ہوئے تو بعض مسائل کے متعلق وہان کی مختلف انجمنون نے ان نمایندون کو تقریبًا سو تار روانہ کئے جس سے متاثر ہو کر وہ نمایندے حکومت پیکن کی ہدایات کے بجائے جمہور کی آواز پر عمل کرنے پر مجبور ہوئے، اسی طرح متعدد مقامات پر فاضل مضمون نگار نے چین کے موجودہ انقلاب کے حالات، طلبہ کی جانفروشی، غیر ملکیون کے مظالم و استبداد اور ان کے موجودہ رویہ کا سبب [چین] کے بعض مقتدر جنرلون کی آپس کی نااتفاقی وغیرہ بیان کرکے نوجوانان چین کی ان مساعی کا [ذکر] کیا ہے، جو غیر ملکیون کے امتیازات مٹانے کے سلسلہ مین کر رہے ہین، چنانچہ ایک جگہ فاضل [مضم]ون نگار لکھتا ہے:- "اور جب غیر ملکیون سے انسانیت کے نام پر ان امتیازات سے جو انھین [illegible] دستبردار ہو جانے کی استدعا کیجاتی ہے تو وہ کہتے ہین کہ چینیون مین قوت فیصلہ کا جوہر [illegible] تب ان امتیازات سے دست بردار ہونے کے بعد جار[illegible] مقدمات چین کی عدالتون مین جائین گے تو عدالتون مین قوت فیصلہ کے فقدان سے ہمین نقصانات برداشت کرنا [پڑ]ین گے، اسلیے ان امتیازات سے دستکش ہونا کسی طرح ممکن نہین" نوجوانان چین نے اس [ان]وکھے استدلال کے جواب مین ابتدا سے ۱۹۲۳ء تک کے اس قسم کے مقدمات کے اعداد و شمار جمع کئے جن مین متخاصمین چینی اور غیر ملکی تھے، اور چین کی عدالت مین پیش ہوئے، اور ان کے فیصلون پر غیر ملکی حکومتون نے بھی اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، چنانچہ ایسے مقدمات کی تعداد ۵،، نکلی،

جن کو غیر ملکیون کے استدلال کے جواب مین پیش کیا گیا،"

سب سے آخر مین چین کے موجودہ دور ترقی کو دکھاتے ہوئے لکھتا ہے "اب چین یورپ کے نقش قدم پر چلکر بسرعت ترقی کرنا چاہتا ہے، اسلیے لوگ یورپین تہذیب و معاشرت کو قبول کر رہے ہین اور نیز اپنی تمام صنعت و حرفت، تجارت اور تعلیم کو یورپ کے نمونہ پر چلانا چاہتے ہین، چنانچہ اس وقت وہان روئی کے ۳۰ کارخانے خاص چینیون کے ہین، ۱۸ جاپانیون کے، اور ۵ انگریزون کے ہین، اسی طرح وہان کے تقریبًا سو سے زیادہ شہرون مین بجلی کی روشنی ہوتی ہے، اور ایسی بارہ کمپنیاں قائم ہین، جو ۷۰ فیصدی کے تناسب سے چین کے کانون سے کوئلہ نکالتی ہین؟

"ر"

طرابلس الشام کے کتبخانہ کی بربادی

اور

عیسائیون کی مذہبی رواداری کا ایک مزید ثبوت

کتبخانۂ اسکندریہ کی نظیر!

آٹھوین صدی مین مصر مین ایک مورخ ابن الفرات گذرا ہے، اسکی ایک کتاب نو ضخیم جلدون مین "تاریخ الدول والملوک" ہے، اس وقت اس تاریخ کا ایک مکمل نسخہ وائنا کے کتبخانہ مین موجود ہے، وہان سے ابھی حال مین اسکی ایک نقل فوٹو کے ذریعہ مصر مین کتبخانہ تیموریہ قاہرہ کے لیے آئی ہے، تاریخ کی عام متداول کتابون مین مذکور ہے کہ ۵۰۳ھ مین جب افریقہ مین بنو اعمار حکمران تھے، طرابلس پر عیسائیون نے حملہ کرکے قبضہ کر لیا، اور وہان کے مسلمانون پر ناقابل بیان مظالم ڈھائے، طرابلس الشام مین بنو اعمار کے علم دوست حکمرانون کے زیر نگرانی ایک عظیم الشان کتبخانہ قائم تھا، جسکا تذکرہ ۵۰۲ھ سے پیشتر تک کے زمانہ کے حوادث و واقعات تاریخ کی عام کتابون مین موجود ہین، ابن الفرات (۷۳۵ھ، ۸۰۷ھ) نے طرابلس الشام پر عیسائیون کے اسی حملہ کے ذیل مین اس کتب خانہ کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ تاریخ کی متعدد معتبر کتابون

کے حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی حملہ مین "مہذب" عیسائیون کے "مقدس" راہبون کے ہاتھون "وحشی" مسلمانون کا یہ نایاب کتبخانہ جبکہ صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہوگیا، مصر کے مجلۂ "الزہراء" نے اپنے صفر کے پرچہ مین تاریخ ابن فرات سے اس ٹکڑے کو نقل کیا ہے، جسکا خلاصہ ذیل مین پیش کیا جاتا ہے،

ابن الفرات، یحیی بن ابی طی الغسانی الحلبی کی تاریخ "معادن الذہب فی تاریخ الملوک والخلفاء و ذوی الرتب" کے حوالہ سے نقل کرتا ہے، کہ یحیی غسانی لکھتا ہے کہ "طرابلس کے عظیم الشان کتبخانہ کے متعلق مجھ سے میرے والد فرماتے تھے کہ مجھ سے طرابلس کے ایک بزرگ نے بیان کیا کہ "مین فخر الملک ابن عمار والی طرابلس کے ساتھ شیزر مین مقیم تھا کہ وہان عیسائیون کے ہاتھ مین طرابلس کے چلے جانیکی اطلاع ملی اس واقعہ نے والی طرابلس کے ہوش و حواس کھو دیئے جب وہ ہوش مین آیا تو وہ رو رو کر مجھ سے کہنے لگا "واللہ ! اس سانحہ سے جس قدر کتبخانہ کی بربادی کا افسوس ہے، اس سے زیادہ کسی اور چیز کا نہین" اس کتبخانہ مین ایک لاکھ تین ہزار کتابین تھین، یہ تمام ذخیرہ کتب علم دین، قرآن و حدیث اور ادب پر مشتمل تھا جس مین سے پچاس ہزار قرآن کے نسخے اور بیس ہزار تفسیرین تھین، اس کے بعد والد فرماتے ہین یہ کتب خانہ عجائب عالم مین تھا، بنی عمار اس سے خاص دلچسپی رکھتے تھے، اس مین ایک سو اسی "۱۸۰" ملازمین صرف کتابت کے لیے مقرر تھے، جنمین سے تیس ملازمین شب و روز کے کسی حصہ مین بھی کتبخانہ سے علیحدہ نہین ہوتے تھے، مختلف اطراف ملک مین اس کتب خانہ کی طرف سے ایسے اشخاص متعین تھے جو نایاب کتابین خرید کر بھیجتے رہتے تھے، اسلیے بنی عمار کے زمانہ مین طرابلس دار العلم کی حیثیت رکھتا تھا، جہان اطراف عالم سے علم دوست اصحاب آتے رہتے تھے، جب طرابلس پر فرنگیون کا قبضہ ہوا تو انھون نے اس نایاب کتبخانہ کو جلا کر خاکستر کر دیا، جلانے کا یہ واقعہ یون پیش آیا کہ چند راہب کتبخانہ مین داخل ہوئے یہ عجیب اتفاق کہ وہ اسی کمرے مین چلے گئے، جسمین صرف قرآن پاک کے نسخے تھے، انھون نے ہاتھ بڑھا کے ایک جلد اٹھائی وہ قرآن پاک تھا، دوسری اٹھائی وہ بھی اسی طرح، پھر تیسرا نسخہ اٹھایا یہانتک کہ اسی طرح

بیس جلدین یکے بعد دیگرے دیکھی گئین اور انھین قرآن پاک ملتا گیا، اس پر وہ بول اٹھے کہ اس گھر مین مسلمانون کا صرف قرآن ہی قرآن ہے، سب کو جلا ڈالو" (تاریخ ابن الفرات ج ۱ ص ۳۸، ۳۹ فی حوادث ۵۰۲ھ)

یہ ہے مسلمانون کے اس عظیم الشان نایاب کتب خانہ کی بربادی کی داستان ! کیا یورپ کے انصاف پسند اہل قلم اسکندریہ کے کتب خانہ کے نام نہاد واقعہ کو اب بھی فراموش نہ کرینگے؟

جہاد شام کا قائد اعظم،

فواد بک سلیم،

گذشتہ مہینہ مین جہاد شام کے سپہ سالار فواد بک سلیم کی شہادت کی اطلاع آچکی ہے، پھر شہادت کے تفصیلات بھی اخبارات مین آئے، لیکن ہندوستان مین ابتک اسکے سوانح حیات پر پردہ پڑا ہوا ہے، اسلیے الزہراء اور المنار مصر سے اخذ کرکے انکی زندگی کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے :-

فواد ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۲ء) مین لبنان کے ایک گاؤن "جباع" مین پیدا ہوئے، نشو و نما و رندین مین ہوئی، تعلیم کالج بیروت مین پائی، اور امتحان مین شاندار کامیابی حاصل کی، عربی، انگریزی اور ریاضیات مین خاص مہارت پیدا کی، فراغت کے بعد عباسیہ کالج مین علوم ریاضیہ کے پروفیسر مقرر ہوئے،

۱۹۱۶ء مین فواد کی زندگی مین دوسرا باب کا آغاز ہوتا ہے، اسی سال شریف حسین نے استقلال عرب کا اعلان کیا، شام کے وہ نوجوان عرب جو قومیت کے نشہ مین سرشار تھے اور قدیم عربی جاہ و جلال کا ہمیشہ خواب دیکھا کرتے تھے، انھون نے فوراً اس اعلان پر لبیک کہا، ان مین یہ فواد سلیم بھی تھا، لیکن موجودہ تہذیب و تمدن کے "فیوض و برکات" کے ذریعہ قدیم عربی جاہ و جلال کی تجدید کرنے کے بجائے انکی تمام امیدین بادیہ نشینون کی بدویت سے وابستہ تھین، اسلیے وہ انھین بادیہ نشین قبائل کو بیدار کرنا چاہتا تھا، چنانچہ حصول مقصد کے لیے بادیون مین نکل گیا، اور تمام صعوبتین برداشت کرکے سرگاؤن مین پہنچا اور مجد عربی کی تجدید کا وعظ سنایا، اس نے اپنے کو بدویون سے زیادہ مانوس کرنے کے لیے اپنی وضع قطع، لہجہ اور عام عادات و اطوار مین بدوی بنالیا، اور نیز بدوی بننے کے لیے بدویت کی ضروری معلومات یعنی قبائل عرب کے

حالات سے عام واقفیت، علم الانساب اور قیافہ شناسی وغیرہ کی تحصیل کی،

فواد کا یہ سفر چھ مہینوں تک مختلف قبائل عرب مین جاری رہا، پھر اپنے خاص مقاصد پیش نظر رکھ کر امیر فیصل کے پاس پہنچا اور ملک وقت اور مجد عربی کی حفاظت کے لیے یہ علوم ریاضیہ کا پروفیسر معمولی سپاہیون کا لباس پہنکر عام سپاہیون کی صف مین داخل ہوگیا، پھر متعدد جنگون مین اس کے کارہاے نمایان انجام پائے جنھون نے اسے سپاہیون کے ایک دستہ کی افسری کا عہدہ دلادیا، اس کے بعد یوماً فیوماً دستون مین ترقی ہوتی گئی، یہانتک کہ ایک دن امیر فیصل کی اس بڑی فوج کا سپہ سالار تھا جو دمشق مین فاتحانہ داخل ہوئی تھی،

سنہ ۱۹۲۰ء سے اس کی زندگی کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے، اور اسی پر اس کی زندگی کا خاتمہ ہوا، یعنی جب دول حلفائے عرب کی سیاست مین نیا پہلو اختیار کیا، اور سنہ ۱۹۲۰ء مین فرانسیسیون کی فوج جابرانہ طریقے سے دمشق مین داخل ہوگئی تو فواد نے آزادی شام کو خطرہ مین دیکھ کر صاف الفاظ مین اعلان کیا کہ "اجنبیون کو ہم پر حکومت کرنے کا کوئی حق حاصل نہین اور ہم شام کو آزاد کرکے رہین گے"، اسی بنا پر شرق اردن کی حکومت مین داخل ہوا اور امیر عبداللہ کی فوج تیار کی کہ دفعۃً دہ کہ سنظر جلاوطن کردیا گیا، ہاشمیون سے مایوس ہوکر وہ مصر چلا گیا اور اپنے مقصد کی تبلیغ مین مصروف ہوگیا، وہ مصر ہی مین تھا کہ جبل دروز کی جنگ شروع ہوگئی، اور حکومت کی روک تھام کے باوجود چھپکر یہ مصر سے جبل دروز پہنچ گیا، فوج کی قیادت اپنے ہاتھ مین لی، اور پھر اپنے کارنامون سے دنیا کو متحیر کردیا، لیکن افسوس کہ اپنی کوششون کے نتائج سے پیشتر ہی لیلائے عرب کا یہ مجنون فرانسیسی گولہ کے چند اتفاقی چھینٹون سے ہمیشہ کے لیے سرد ہوگیا،

"ل"

اخبار علمیّہ

دنیا مین سب سے بڑی خوردبین، مسٹر لاک مائی نے ایک ایسی خوردبین ایجاد کی ہے جس سے ایک جسم مرئی ۲۰۰۰ سے ۵۰۰۰ درجہ تک بڑہ سکتا ہے، اگر اس خوردبین کے نیچے آدمی کا ایک بال رکھا جائے تو دیکھنے مین تار (برقی) کا کھمبا معلوم ہوگا، اس خوردبین کا وزن ۴/۱ ٹن ہے،

وزن کی کمی سے عمر کی درازی، ایک ڈاکٹر اپنی ایک نئی تصنیف مین یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ:- اگر کوئی ادھیڑ یا بوڑھا آدمی کسی متوسط عمر کے آدمی سے وزن مین دس یا پندرہ رطل (ایک رطل یعنی پونڈ مساوی آدھ سیر) کم ہو تو وہ ادھیڑ اور بوڑھے دونون متوسط عمر والے سے زیادہ عمر پائین گے، اور اسی طرح ان دونون کی صحت اس شخص سے تمام عمر بہت اچھی رہیگی، شاید اس نظریہ سے انسان آخر عمر مین "بوڑھاپے کی حرص" کے باوجود لذیذ غذاؤن سے دستکش ہوجائے، کہ لذت بخش غذاؤن سے عمر کی درازی زیادہ محبوب ہوگی،

شعاع آفتاب پر انسان کا کامل تصرف، آفتاب کی شعاع اور اسکی حرارت ان تمام قوتون مثل ہوا، پانی، کوئلہ، پٹرول، نباتات اور حیوانات کی اصل ہے، جنکی سطح ارض پر ہمین بڑی ضرورتین پڑتی ہین، لیکن اس کے باوجود شعاع آفتاب پر انسان کو اب تک کامل تصرف حاصل نہ ہوسکا، مگر اب ماہرین کا خیال ہے کہ وہ حرارت آفتاب اور اسکی شعاع کو بھی بہت جلد کسی نہ کسی دن اپنے قبضہ مین کرلینگے، اور بہت ممکن ہے کہ ان ماہرین مین سے پہلی کامیابی ڈاکٹر ماٹز کو حاصل ہو، کیونکہ انھون نے ابھی حال مین ایک

ایسا آلہ ایجاد کیا ہے، جس پر آفتاب کی شعاع یا کسی دوسری شعاع کے ڈالنے سے اس مین سے موسیقی کے نغمے نکلنے شروع ہوتے ہین،

ٹیلیفون کے ذریعہ تصویرین، ٹیلیفون کے ذریعہ فوٹو لینے مین اب غیر معمولی کامیابی ہو رہی ہے چنانچہ ابھی حال مین واشنگٹن مین دو ایسی ریل گاڑیون کی تصویرین لیگئی ہین جو پندرہ گھنٹہ کی مسافت یعنی ... کلو میٹر کے فاصلہ پر تھین، خیال کیا جاتا ہے کہ اب تک ٹیلیفون کے ذریعہ جتنی تصویرین لیگئی ہین ان مین ان دونون گاڑیون کی تصویرین سب سے زیادہ بہتر اتری ہین،

فارس کی ایک قدیم توپ، جب بغداد مین انگریز ۱۱ رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۱ر مارچ ۱۹۱۷ء کو سب سے پہلے داخل ہوئے تو وہان انھین منجملہ دیگر اشیاء کے فارس کی بنی ہوئی ایک توپ بھی ہاتھ لگی تھی جو ۵۴۔۹۔۔ھ مین بنائی گئی تھی، جنرل ماڈ نے یہ توپ شاہ انگلستان کے پاس بھیج دی جسے شاہ نے ایک فوجی میدان مین نصب کرنے کا حکم دیدیا،

یہ توپ تانبے کی بنی ہوئی ہے، اس کا وزن ۵ ٹن بتایا جاتا ہے اس پر قرآن مجید کی آیت "نصر من اللہ وفتح قریب" کا ترجمہ فارسی زبان مین کندہ ہے،

یہ عجب تاریخی اتفاق ہے کہ ترکون کے دشمنون کی توپ پھر ان کے دشمنون ہی کے پاس پہنچ جاتی ہے، شاہ ظافر نے یہ توپ خاص اسی مقصد کے لیے بنوائی تھی کہ ترکون کے ملک مین پہنچکر اس کے دہانے سے ایسے شرارے بلند کیے جائین جو ترکون کے ملکی آثار اور یادگارون کو جلا کر تباہ و برباد کر دین جیسے اژدہے کے منہ کے سامنے تمام چیزین برباد ہو جاتی ہین، غرض حق بحق دار رسید،

مختلف غذاؤن کی تاثیر، ایک انگریز ماہر ڈاکٹر نے مختلف غذاؤن کی مختلف تاثیرون پر غور و فکر کر کے ذیل کا اعلان شائع کیا ہے،

اس کا خیال ہے کہ: بیل کے گوشت سے انسان مین طاقت اور شجاعت پیدا ہوتی ہے، گائے کے گوشت کو برابر کھانے سے انسان کی قوت کو نقصان پہنچتا ہے، دودھ اور انڈے انسان کی خیال آرائیون مین معاون ہوتے ہین، اور خصوصًا انکی وجہ سے ذہن مین عورتون کے متعلق زیادہ خیالات آتے ہین، گھی کھانے سے آدمی کا مزاج سوداوی ہو جاتا ہے، اور سیب علمی اور عقلی کام کرنے والون کے لیے بہت مفید ہوتا ہے،

دنیا مین الماس کا خرچ، اب تک ایک سال مین تمام دنیا مین ...،...،...، گنی کی قیمت کا الماس خرچ ہوتا ہے، اب کہا جاتا ہے کہ جنوبی افریقہ کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ دنیا مین الماس کے سالانہ خرچ مین اضافہ کر دے، لیکن دوسری طرف بعض لوگ بعض ایسے نئے چشمون کے اکتشاف مین مصروف ہین، جو بحیرہ ٹام خانیکا کے گرد پائے جاتے ہین، لوگون کا خیال ہے کہ یہ چشمے اس قدر وسیع ہین کہ اپنی وسعت مین جنوبی افریقہ کے کانون پر تفوق حاصل کر لین،

ایک مصری طالب علم کی اختراع، توفیق عوام مصری نے ایک ایسے ہوائی جہاز کا خاکہ تیار کیا ہے جس مین دو بازوؤن کے بجائے صرف ایک بازو سے کام لیا جائے گا، وہ آج کل مصری وزارت سے اس اختراع کو عملی جامہ پہنانے پر گفتگو کر رہے ہین، امید کیجاتی ہے کہ اس پر مصری وزارت عنقریب کوئی عملی اقدام کریگی،

"م"

ادبیات

زن یا نیمهٔ دیگر

از پروفیسر اکبر منیر

مہر از حصار گنبد پیروزہ سر زند — مرغ جہان پیر ز سر بال و پر زند

نقاش روزگار درین دفتر کہن — بس نقش دلربا رقم از خط زر زند

ہر قطرہ شبنمے کہ بکوہ و چمن درست — از آب حُسن طعنہ بہ لعل و گہر زند

ہر ذرہ خاک شد ید بیضای موسوی — صد بزم طور سر ز سر ہر شجر زند

اے مہر بامداد محبت! رخم نمائے — کین مہر در غیاب رخت نیشتر زند

چون آفتاب صبح بیا از پس حجاب:
واز روی عشق پاک جوان برفگن نقاب

خورشید خاوران برہ باختر شود — دامان چرخ پیر پر از سیم و زر شود

پر میکنند جام فلک از مئے شفق — ناخوردہ چشم طفلک اختر تر شود

یک نغمہ خموش ببارد ز آسمان — موج سکوت کہکشان بجرد بر شود

تنہا منم چو خامشی بزم کائنات — ترسم خموش نغمہ خون در جگر شود

ہان اے ستارۂ تابان زندگی! — زان پیشتر کہ دل ز رہ دیدہ در شود

چون اختران شام ز رخ پردہ برفگن
واز حسن آتشین بدلم آتشے بزن

ماہ دو ہفت شب ز پس کوہسار شد — فرش زمین چو چرخ برین پرنگار شد

پہنائے کوہ و دشت ز انوار سیگون — بزم بتان چینی نسرین عذار شد

دریائے نور موج زند در فضائی دہر — دشت و چمن پر از دُرِ آبدار شد

مہتاب و موج آب روان و سکوت شب — فردوس جاودان طرف کوہسار شد

اے ماہ آسمان محبت: بیا بیا — کز جام شوق مستم و صبر و قرار شد

شرمندہ کن ز حسن رخت ماہتاب را
سیراب کن ز عشق نہال شباب را

پہنائے آسمان بگرفت ابر بہمنی — آبستن است دہر ز گلہائے رُستنی

شب درکشید محفل گیتی بجادرش — پردختہ ماند بزم سراسر ز روشنی

خون جوش میزند ز سرود خموش شب — دارد غم تو عزم شبیخون در بزنی

لرزد دلم بسینہ ز شوق وصال تو — چون برگ گل ز نم نم باران بہمنی

شب تار و کلبۂ من بیچارہ بے چراغ — اے مہ بود کہ نور جمالت پراگنی

باران بہمنی صفت آدر کنارمن
اے آذر من! بہمن من! نوبہار من

نوروز سر زد از دل تیرہ مردۂ زمین — پرگشت باغ و راغ ز گلہائے فرودین

موج نسیم صبح دہد مژدۂ حیات — خواند بہ بزم سنبل و سوری و یاسمین

در کوہ آبشار بخواند چو باربد — در باغ جویبار زند چنگ راستین

از حسن آب و سبزۂ و گلہائی رنگ رنگ — خون جوش میزند بدل عاشق حزین

اے نوبہار زندگی و بوستان عشق! — اے حور عین و ماہ مبین و غزال چین!

چون لالہ ہای کوہ و چمن سرز خواب زن

آتش بجانِ من ز رخِ بے نقاب زن

شمعِ ستارہ ماہ منور نمی شود — نورِ قمر چو پرتو خاور نمی شود

پُرہست باغِ دہر ز گلہائے رنگ رنگ — ہر گل و لے چو لالۂ احمر نمی شود

خیلِ پیمبران ہمہ بودند آدمی — ہر آدمی و لیک پیمبر نمی شود

آرے زن است نیمۂ دیگر ز ہر مرد — ہر زن و لیک نیمۂ دیگر نمی شود

آن شے کہ خاکیان ہمہ خوانند در عشق — در مانش مہر خواہر و مادر نمی شود

عشق تو در گرفتہ بروح و روان من

باغِ من و بہارِ من و باغبانِ من

اے مہ ز خاک رفتی و بر آسمان شدی؟ — اے اخترم! با نجمن کہکشان شدی؟

دی بر فلک بناز بُدی در کنار من — امروز بر زمین ز کنارم چسان شدی؟

پر دختہ شد فضای جہان از سرودِ عشق — اے مرغِ فلک، بکدام آشیان شدی؟

در بوستان بروی کشیدی نقاب گل — یا در لباس نغمہ بجوئے روان شدی؟

ایران شدہ است مسکن تو یا بلاد ترک — یا در دیارِ ہند ز چشم نہان شدی؟

باز آ کہ جان طلب شدہ در انتظارِ تو

سبز است باغِ من با مید بہار تو

باب التقریظ والانتقاد

کتاب الوسیلہ لابن تیمیہ الحرانی

مترجمہ مولانا عبدالرزاق صاحب ندوی ملیح آبادی

مسرت ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کی تصنیفات ملک مین پھیلتی جاتی ہین اور لوگون کو ان کے خیالات سے واقفیت اور دلچسپی ہوتی جاتی ہے، چنانچہ لاہور مین اسی مقصد کی تکمیل کے لیے کہ علامہ موصوف کی تمام ضروری تصنیفات کو اردو مین منتقل کیا جائے، ایک انجمن "الہلال بک ایجنسی" کے نام سے قائم ہوئی ہے جو کئی سال سے علامہ موصوف کی کتابون کا ترجمہ شائع کر رہی ہے، اور قصد رکھتی ہے کہ امام موصوف کی تمام متداول کتابین اردو مین منتقل کر دے، چنانچہ اسی سلسلہ مین سب سے آخر ترجمہ ان کی نہایت معرکۃ الآرا کتاب "القاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ" کا ترجمہ "کتاب الوسیلہ" کے نام سے شائع ہوا ہے، جس مین صرف لفظ "وسیلہ" پر بحث کی گئی ہے بلکہ بنیاد اسلام یعنی توحید، شفاعت، زیارت قبور، اور قبر پرستی وغیرہ پر نہایت شرح وبسط سے گفتگو کر کے ان تمام مباحث مین کتاب وسنت اور ائمہ کے اقوال کے ذریعہ شریعت اسلام کے مسلک کو واضح کیا گیا ہے، عام ازین کہ عامۃ الناس کا عمل اس کے مطابق ہو یا خلاف، تمام مباحث کو ایک تمہید اور پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے، تمہید مین ذیل کے مباحث ہین:

پہلے اتباع شریعت کو ضروری قرار دے کر بتایا گیا ہے کہ یہی اتباع نجات کا "وسیلہ" ہے، اور شریعت نے اسی وسیلہ کی طلب کا حکم آیت "ابتغوا الیہ الوسیلۃ" مین دیا ہے، پھر شفاعت نبوی پر بحث، اور آپ کے لیے مقام محمود، ثابت کر کے آپ کی شفاعت سے کفار ومنافقین کا مستفید نہ ہونا ثابت کیا گیا ہے، اسی سلسلہ

مین کفار کی مغفرت کی دعا" رسول اللہ صلعم اور آپکی والدہ" آپ کے والد" آپکے رشتہ دار" بغیر ایمان و عمل آپ کا کام نہ آنا" بغیر حکم خدا شفاعت کا نہ ہونا" اللہ و رسول نے کس شفاعت کی تردید کی" قبرونکی ناواجب تعظیم اور بت پرستی کی بنیاد" قبون کا توڑنا اور قبرون کا برابر کرنا" وغیرہ پر نہایت تفصیل سے بحث کیگئی ہے، پھر پہلا باب شروع ہوتا ہے، اس مین پہلے "توسل" کے معنی بیان کئے گئے ہین، پھر "توحید" "شرک" "شرک قریش" "فرشتون کی پرستش" "قبرون، بتون اور تصویرون سے تخاطب کرنا" "قبرون سے دعا" "مردون اور غیر موجود سے دعا کی ممانعت پر اجماع کا ہونا" "صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ کے عمل سے اُس پر استشہاد" وغیرہ پر نہایت تحقیق سے بحث کیگئی ہے، پھر دوسرا باب ہے اس مین پہلے "وسیلہ کے معنی صحابہ تابعین و من بعدہم کے نزدیک، ائمہ اربعہ کے نزدیک" کیا ہین، پھر "وسیلہ" کے متعلق بعض غیر مستند اور جھوٹی روایتون کی نہایت عالمانہ و محدثانہ حیثیت سے تنقید کرکے انکی تردید کیگئی ہے، یہی وہ حدیثین ہین جنھین ارباب بدع اپنا ناقابل شکست استدلال تصور کرتے ہین، لیکن امام موصوف نے ان تمام حدیثون کی حقیقت نمایان کردی، پھر تیسرا باب ہے اس مین "وسیلہ" کی متعدد قسمون پر مختلف حیثیت سے بحث کیگئی ہے، اور "توحید، شرک" "توحید و رسالت کا فرق مراتب" اور دعا، و شفاعت وغیرہ پر گفتگو کیگئی ہے، اور اس کے بعد چوتھے اور پانچوین باب مین ایک استفتا، کا جواب ہے جو کسی زمانہ مین مصر مین امام موصوف سے دریافت کیا گیا تھا، امام موصوف نے اس جواب کو بھی کتاب کے آخر مین منسلک کردیا ہے، استفتاء مین انبیاء کرام علیہم السّلام کو وسیلہ بنانے اور ان سے شفاعت چاہنے کی جائز و ناجائز صورتون کو پوچھا گیا ہے، اس کے جواب مین وہی مسائل ہین جو اوپر کے ابواب مین گذر چکے ہین، لیکن اس جواب مین ان مباحث پر دوسرے طرز سے گفتگو کی ہے، جس سے ایک نیا لطف اُنے کے ساتھ گذشتہ مباحث کا پورا خاکہ ذہن مین کھنچ جاتا ہے، کتاب مین جناب مترجم نے جابجا ضروری مقامات پر تعلیقات (نوٹ) بھی لکھے ہین، نیز کتاب کی ابتدا مین ایک نہایت

مؤثر مقدمہ لکھا ہے، جسمین اسلام کا صحیح نقشہ پیش کرکے مسلمانون کو راہ مستقیم پر چلنے کی ہدایت کیگئی ہے، اور اسی کے ساتھ ارباب بدع کو انکی گمراہیان پوری طرح کھول کر سمجھائی ہین، یہ مقدمہ اپنی جگہ اس قابل ہے کہ مستقل رسالہ کی صورت مین مسلمانون مین بہ تعداد کثیر تقسیم کیا جائے، کتاب ۲۷۴ صفحے پر ختم ہوئی ہے، لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ چکنا ولایتی ہے، قیمت عہ پتہ:- الہلال بک ایجنسی نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور،

"ل"

یادگار انیس،

مؤلفہ

مولوی امیر احمد صاحب علوی بی اے،

اردو زبان مین اگرچہ تصنیف و تالیف کا ذوق برابر ترقی کرتا جاتا ہے، لیکن یہ ترقی اردو شاعری کی ترقی سے کچھ زیادہ ممتاز نظر نہین آتی، اردو شاعری مین اگر خال و خط اور زلف و کمر کے پارینہ خیالات کا بار بار اعادہ کیا جا رہا ہے، تو اردو زبان کی تصانیف و مضامین مین بھی کوئی جدت، تنوع اور بوقلمونی نہین پیدا کیجاتی، مثلاً شعرائے اردو مین میر انیس کی ذات اور انکی شاعری ایک مبسوط کتاب کی محتاج تھی، اور اس ضرورت کو متعدد انشا پردازون نے پورا کر دیا تھا، اس کے بعد اس موضوع پر اب کسی کتاب کی ضرورت نہ تھی اور اگر ضرورت تھی تو اس موضوع پر ایسی کتاب کی جسمین پہلی تصنیفات پر کچھ اضافہ ہوتا یا جدت ہوتی، لیکن بانیہمہ مولوی امیر احمد صاحب علوی بی اے نے خود اپنے الفاظ مین کلیان انشا کے گلزار سے چنین، گلہائے شگفتہ آحسن کے لالہ زار سے توڑے، پتیان ثابت کے سدا بہار سے لین، بندش شبلی کے مرغزار سے اڑائی"، اور ایک جدید کتاب مرتب کی جسکا نام یادگار انیس ہے،

انھون نے اس کتاب مین سب سے پہلے مرثیہ گوئی کی تاریخ لکھی ہے جس کے تین دور کئے ہین اور ہر دور کی مرثیہ گوئی کے نمونے درج کئے ہین، اخیر دور کی انتہا میر انیس اور مرزا دبیر کی ذات پر ہوئی ہے،

اور اسی سلسلے مین انھون نے میرانیس اور میرزا دبیر کا موازنہ بھی کیا ہے، اگرچہ وہ بذات خود میرانیس کو ترجیح دیتے ہین، لیکن باینہمہ دلیری کے ساتھ اس کے اظہار کی جرأت نہین کی ہے، بلکہ دونون بزرگون کے متحد المعنی اشعار جمع کر دیئے ہین، اور ترجیح کا فیصلہ ناظرین کے ذوقِ سلیم پر چھوڑا ہے،

اس کے بعد میرانیس کے سوانح شروع ہوئے ہین اور وفات تک مسلسل واقعات لکھتے چلے گئے ہین، پھر میرانیس کی شاعری پر ریویو شروع کیا ہے، اور اسی پر کتاب کا خاتمہ ہو گیا ہے، لیکن کتاب کی یہ ترتیب ہمارے نزدیک پسندیدہ نہین ہے، انھون نے اس معاملے مین مولانا شبلی کی نقل کی ہے، لیکن وہ یہ بھول گئے ہین کہ مولانا شبلی نے میرانیس کے سوانح نہین لکھے، اسلئے انھون نے مرثیہ گوئی کی ابتدائی تاریخ کا سلسلہ جہان میرانیس تک پہنچایا ہے، وہین سے ان کی شاعری پر ریویو شروع کر دیا ہے، اور آخر مین موازنہ کیا ہے، لیکن یادگار انیس کے مصنف نے مقدمہ کی ترتیب تو بالکل مولانا شبلی کے طرز پر دی، بلکہ انھین کے مضامین کو غیر ضروری طوالت کے ساتھ الٹ پلٹ کر اپنے الفاظ مین ادا کر دیا، لیکن انھون نے غلطی یہ کی کہ موازنہ کی بحث کو جزوِ مقدمہ کر دیا، حالانکہ ترتیبِ کتاب کی بہترین صورت یہ تھی کہ پہلے میرانیس کے سوانح درج کئے جاتے، پھر مرثیہ گوئی کی تاریخ شروع کیجاتی، اس کے بعد میرانیس کے محاسن و معائب دکھا کر مرزا دبیر کے ساتھ ان کا موازنہ کیا جاتا، میرانیس کی شاعری پر جو ریویو کیا ہے، اوسکی حقیقت بھی اس سے زیادہ نہین کہ وہ مصوری اور واقعہ نگاری بہت اچھی کرتے ہین، جسقدر اشعار مثالاً نقل کئے ہین، وہ سب کے سب اسی کی شرح و تفسیر ہین، مولانا شبلی نے جو اشعار دوسرے عنوانات کی مثالون مین درج کئے تھے، وہ بھی اسی سلسلہ مین لیلئے ہین، حالانکہ ضرورت یہ تھی کہ آج تک میرانیس کی شاعری کی جن جن حیثیتون سے ریویو ہو چکا ہے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی حیثیات و عنوانات کا اضافہ کیا جاتا، اور اگر ناقص کو مکمل نہین کیا جا سکتا تھا تو کم از کم کامل کو ناقص تو نہ بنایا جاتا،

جا بجا اس قسم کی ترکیبین آگئی ہین جن سے دو جملون مین معنوی حیثیت سے توازن قائم نہین رہ سکا ہے،

مثلاً "حسرت و مصیبت کی کہانی عیش و شادمانی کی داستان سے زیادہ با اثر اور افسوون کے تار گہرے کی لڑیون سے زیادہ دلکش ہین"، کیونکہ اس موقع پر آنسوؤن کے تار کی دلکشی موزون نہین،

وہ جا بجا سلسلۂ بیان مین بعض مصرعے اور بعض مصرعون کے ٹکڑے لاتے ہین، لیکن اگر اس کے ساتھ عبارت کی تسلسل و روانی مین کوئی اضافہ ہو جاتا، یا کم از کم اس مین کوئی خلل نہ پڑتا تو بے شبہہ یہ ایک حسن تھا، لیکن اس قسم کے موقعون پر ہم کو ان کی عبارتون کے تسلسل مین خلل نظر آتا ہے، مثلاً شیخ سعدی کا مرثیہ ملک مستعصم کے زوال پر اس قابل ہے کہ "آسمان خون ببارد بر زمین" کیونکہ اگر اس موقع پر یہ پورا مصرع نقل کیا جاتا تو عبارت کے لہجہ کا توازن مکمل ہوتا، یا مثلاً یکایک خورشید نے رخ سے نقاب اٹھائی، "گردون پر رنگ چہرۂ مہتاب فق ہوا" میر خلیق کے بلند اقبال صاحبزادے الخ ان مین ہر جملہ کسی حرفِ ربط کا محتاج ہے،

کتاب کی ضخامت ۱۹۲ صفحہ اور قیمت ۶؍ ہے اور انوار المطابع لکھنؤ سے مل سکتی ہے،

"ع"

جمعیۃ العلماء کلکتہ کا خطبۂ صدارت

مطبوعات جدیدہ

تاریخ اندور، مرہٹون کے پیشوا "بالاجی راؤ" نے اپنے ایک جانباز فوجی افسر ملہر راؤ ہولکر کو علاقہ مالوہ مین چند روز کی جاگیر عطا کی، جو رفتہ رفتہ ایک وسیع علاقہ مین پھیل گئی، اور اس علاقہ پر ملہر راؤ اور اس کے جانشین مرہٹون کی مرکزی حکومت کی خدمات بجالانے کے ساتھ ساتھ نہایت حسن و خوبی سے حکومت کرتے رہے، یہانتک کہ ۶ جنوری ۱۸۱۸ء کے معاہدہ کے رو سے یہ وسیع علاقہ کمپنی کے تصرف مین آکر ایک محدود ریاست بنگیا، جو آج ریاست اندور کے نام سے صرف پانچ اضلاع پر مشتمل ہے، کسی صاحب قلم نے "خافی خان" کے فرضی نام سے منسوب ہوکر اسی ریاست کی تاریخ لکھی ہے، جو اس وقت زیر تبصرہ ہے، کتاب مین جاگیر کے عطا کئے جانے سے لیکر سنہ ۱۹۲۶ء تک کے حالات ہین، ابتدا مین چند فرمانرواؤن کے عہد حکومت پر تفصیلی بحث کیگئی ہے، پھر چند والیان ریاست کے عہد کے سرسری حالات ہین اور آخر مین اندور کے مشہور مہاراجہ تکوجی راؤ معزول والی ریاست کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہین، لیکن اس دور کے لکھنے مین وہ "مورخانہ شان" قائم نہین، حجم ۹۰ صفحے چھپائی اچھی اور لکھائی و کاغذ معمولی ہے قیمت ۱۲ر پتہ جناب ذکی احمد صاحب علوی ایجنسی ہاؤس سیہور چھاؤنی سنٹرل انڈیا،

سیر امام ابن تیمیہ، اردو مین امام ابن تیمیہ کے حالات سب سے پہلے مولانا شبلی مرحوم نے الندوہ مین لکھے، جناب چودھری غلام رسول صاحب، مہر بی اے چیف اڈیٹر اخبار زمیندار نے اسی مضمون کو بنیاد قرار دیکر اور دوسرے ماخذون سے استفادہ کرکے ایک مختصر رسالہ مین امام ابن تیمیہ کے سوانح حیات اور ان کے علمی کارنامون پر تبصرہ کیا ہے، رسالہ مین سات ابواب ہین، پہلا باب "ولادت اور تعلیم و تربیت وغیرہ" دوسرا "تحریک تجدید اور ابتدائی مصیبتین" تیسرا "جہاد بالسیف" چوتھا "قیام مصر اور دور ابتلا"، پانچوان "قیام دمشق، قید اور وفات" چھٹا

"تمام اخلاق اور تصنیفات" اور ساتوان باب "حضرت امام (ابن تیمیہ) اور بعد کا دور" پر مشتمل ہے، حجم ۲۰۶ صفحے، لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ چکنا ولایتی ہے، قیمت ۹ر پتہ:- الہلال بک ایجنسی نمبر ۳۳ شیرانوالہ دروازہ لاہور،

مسائل حج، حج کا زمانہ قریب ہے اسی تقریب سے جناب مولوی ابو محمد عبداللہ صاحب نے "مسائل حج" کے نام سے ایک رسالہ مرتب کرکے شائع کیا ہے جسکی ابتدا مین مولانا ابو عبید احمد اللہ صاحب مرحوم کا ۴۸ صفحون کا ایک رسالہ ہے جس مین حج کے تمام مسائل عام فہم زبان مین بیان کئے گئے ہین، نیز مدینہ منورہ کی زیارت کے متعلق ہدایات بھی درج ہین، اس کے بعد جناب مؤلف نے "فضائل حج" کے ذیل مین حج کے فضائل بتانے والے سنن و آثار یکجا کئے ہین، پھر حج کے سفر کے آداب و طریقے بتائے ہین، اور سب سے آخر مین مؤلف نے "لسان العرب" کے نام سے ایک رسالہ منسلک کر دیا ہے، جسمین ایسے الفاظ اور جملے ہین جو روزانہ کی گفتگو مین آتے رہتے ہین، تاکہ انھین حجاج حفظ کرکے سرزمین عرب مین اپنا مافی الضمیر ادا کرسکین، اور "لسان العرب" کی ترتیب مین یہ خاص خوبی بھی ہے کہ وہ حج کے لیے بطور "گائیڈ" کام آسکتی ہے، رسالہ مین جابجا مختلف مقامات کے نقشے بھی منسلک ہین، امید ہے کہ یہ رسالہ حجاج کے لیے نہایت کار آمد ثابت ہوگا حجم ۵۹ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ محض معمولی ہے، اور اس تناسب سے اسکی قیمت عمہ زیادہ رکھی گئی ہے، پتہ:- ایم عبداللہ غلام رسول اینڈ کمپنی امرتسر (پنجاب)

طوفان نوح، مولوی سید ارادت کریم صاحب حسنی حسینی بہاری نے اس رسالہ مین یہ دکھایا ہے کہ قومون کی تباہی ان کے اخلاقی فساد سے ہوتی ہے کہ اخلاقی فساد غضب الٰہی کا موجب ہے، اور قومی تباہی ہی غضب الٰہی کا دوسرا نام ہے، اسی مناسبت سے مصنف نے رسالہ کا نام طوفان نوح تجویز کیا ہے، اسی ضمن مین یہ بھی بتایا ہے کہ ہر روحانی گناہ سے کیا کیا مادی بلائین اور وبائین غضب الٰہی کی صورت مین نازل ہوتی ہین، پتہ:- شیخپورہ بڑا کوٹھا ضلع مونگیر، قیمت ۱۲ر

احیار المیت فی فضائل اہل البیت جلال الدین سیوطی کے عربی رسالہ کا اردو ترجمہ مولوی

سید اولاد حسین صاحب شاعر و واعظ دربار رامپور نے کیا ہے، اس مین حافظ سیوطی نے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل کتب حدیث سے لکھے ہین، اچھا ہوتا اگر شروع مین حافظ موصوف کے حالات کے ساتھ رسالہ کے حالات بھی لکھے جاتے کہ یہ رسالہ اگر مطبوعہ ہے تو کہان چھپا ہے، اور اگر قلمی ہے تو کہان سے ہاتھ آیا ہے، حافظ سیوطی عموماً ہر رسالہ کے آغاز مین کچھ نہ کچھ دیباچہ لکھتے ہین، مگر اس رسالہ سے وہ حصہ حذف کر دیا گیا ہے، یہ مناسب نہ تھا، پتہ:۔ سید ابن الحسین بذریعہ ملا ظریف رامپور اسٹیٹ، قیمت ۴؍ مع محصول،

تہجد کی مناجات، جناب ابو الاثر حفیظ صاحب جالندھری نے خواجہ حسن نظامی صاحب کی فرمائش سے یہ مختصر مناجات، مثنوی کی ایک دلآویز چھوٹی سی بحر مین لکھی ہے، اس مین تہجد کا ذوق و شوق، اور اس وقت کا فطری سمان کھینچا گیا ہے، اس لحاظ سے یہ مثنوی کیفیت رکھتی ہے، لیکن شاعری کے اصول سے یہ بہت کچھ مورد اعتراض بن سکتی ہے، بعض بعض شعرون مین تو سرے سے قافیہ ہی کے اصول کو نظر انداز کر دیا گیا ہے،

سب نے وضو کیا ہے — پاکیزہ دل کیا ہے

کچھ کہہ رہے ہین اس سے — کچھ سن رہے ہین اس سے

مرقوم ہو رہی ہین — مقبول ہو رہی ہین

پتہ:۔ حلقہ مشائخ بکڈپو دہلی، قیمت ۲؍

اولاد کے کان مین کہنے کی باتین، جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے چھوٹے بچون کو سبق دینے کے لیے اپنے چند نصیحت آمیز تجربے یکجا کیے ہین، اور انھین "اولاد کے کان مین کہنے کی باتین" کے نام سے چھوٹی تقطیع کے ۲۰ صفحون پر شایع کیا ہے، لکھائی چھپائی بچون کے پڑھنے کے لائق ہے، قیمت ۸؍

پتہ:۔ حلقہ مشائخ بکڈپو دہلی،

"ر"

مجلد ہفدہم | ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۱۹۲۶ء | عدد پنجم

مضامین